''بورشے''

''ساز اپنی ساخت پر فاخر نہیں ہو سکتا' اسے تو اس دھن کا انتظار کرنا ہو گا جو دو دلوں کے ایک ہو جانے سے بجتی ہے۔ ''

دو گھوڑوں کی بگھی، چھپے ہوئے چاند، اور گہری رات کے کہر میں جنگل سے گزر رہی تھی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں نے جنگل کو بورشے کی محویت سے چونکا دیا تھا۔ درختوں کی سرگوشیاں جو لوری میں ڈھلنے لگی تھیں وہ اب سہم گئی تھیں۔ جنگل کو ڈر تھا، ماریہ کا راز افشا ہو جائے گا۔ کیونکہ آسکر رات کے اس وقت اکیلا بگھی میں سوار اسے دوڑائے چلا آ رہا ہے۔ کوچوان کی نشست پر بیٹھا وہ گھوڑوں کی لگاموں کو سختی سے تھامے ہوا ہے۔

جنگل غیر دوستانہ ہو گیا......ساز خوش آمدیدانہ......

پہلے وہ کچے راستے پر تھا پھر اس نے گھوڑوں کو جنگل کی طرف جانے دیا۔ یہ متبادل راستہ تھا جو اسے جنگل سے گزار کر جلد ہی گاؤں کی طرف لے جاتا۔ جنگل میں اندھا دھند بگھی دوڑاتے وہ یہ بھول رہا تھا کہ درخت اس کے گھر کے ملازم نہیں ہیں جو راستے سے ہٹتے چلے جائیں گے۔ درخت حکم ماننے والے تھے نہ دلیل۔ جنگل کو ہمراہی بنانے میں وقت لگتا ہے۔ جب تک جنگل ہمراہی نہ بنے اس کے راستوں پر اندھا دھند نہیں بھاگنا چاہیے۔

ایک درخت سے ٹکرا کر جب اس کی بگھی تقریبا الٹ ہی گئی اور وہ اچھل کر بگھی سے باہر آ گرا تو جو بات اسے آخری وقت تک یاد تھی وہ اتنی سی تھی کہ روشنی کی چند لہریں اس کی آنکھوں کے سامنے سے گزری تھیں اور گھوڑے بدک گئے تھے۔

آخر کار جب اسے ہوش آ گیا اور اس نے درخت کے تنے سے پیٹھ لگا لی تو اسے یہ بھی یاد آیا کہ روشنی کی ان لکیروں سے پہلے، بس ذرا دیر پہلے اس کے کانوں میں ایک آواز آئی تھی۔ پہلے اسے یہ آواز دُور گاؤں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ پھر اسے لگا کہ شاید کوئی دیوانہ رات کے اس پہر جنگل میں گیدڑوں اور جھینگروں کے لیے کلارنٹ بجا رہا ہے۔ وہ اس آواز پر مزید غور کرتا اگر وہ فوراً ہی اچھل کر نیچے نہ جا گرتا۔

لمبے درخت سے ٹیک لگائے وہ اب ایسے اطمینان سے بیٹھا تھا جیسے آئر لینڈ سے گاؤں کے اس جنگل تک کا سفر اس نے اسی درخت سے ٹیک لگا کر ستانے کے لیے کیا تھا۔ رات میں جو خنکی تھی اس کا مزہ چکھنے کے لیے، پتوں اور شاخوں میں جو راز چھپے تھے انہیں چپکے سے کھوج لینے کے لیے' ٹمٹماہٹیں جو پتوں اور شاخوں میں سے ہو ہو کر آتی جاتی محسوس ہو رہی تھیں ان کا چپکے چپکے پیچھا کرنے کے لیے۔

گھوڑے بگھی کو گھسیٹتے اس کے قریب آ کر ہنہنانے لگے تھے۔ انہیں بھی اپنے مالک کا غصہ ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ وہ اسے یہ جتانا چاہتے تھے کہ سرشام گھر چھوڑ دینا کہیں کی بھی عقلمندی نہیں ہے۔ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھنے لگے۔ مسٹر آسکر نے درخت کے تنے سے ٹیک

لگائے لگائے ایک آنکھ دبا کر گھوڑوں کو دیکھا اور پھر ایسے گھنے جنگل میں، اتنے درختوں میں، گھور اندھیرے اور بے وجہ تنہائی میں قہقہ لگا کر ہنس پڑا۔

’’مجھے مصور بننا ہے.....تخلیقات میرا خواب ہے......رنگ مجھے زندہ رکھتے ہیں......‘‘

دونوں گھوڑوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور جیسے کہا۔ ’’مسٹر بروک ہیگ نے بھی تو حقیقت میں رنگ بھر کر تمہیں روکنے کی کوشش ہی تو کی تھی۔‘‘

اب وہ مجھے ڈھونڈئیں گے، جب پریشان ہو جائیں گے تو انہیں یقین کرنا ہی ہوگا کہ میں اپنے ارادوں میں کس قدر پختہ ہوں۔‘‘

مسٹر بروک ہیگ اتنی جلدی پریشان ہو جانے والوں میں سے نہیں ہیں۔

جلد نہ سہی، دیر سے ہی سہی۔ کیا میں اپنے رنگ اور برشز پھینک دوں۔ اپنے کینوس کو آگ میں جھونک دوں؟ میں یہیں رہ کر اپنی پینٹنگز بناؤں گا۔ ان سے چھپ کر خود کو منوا لوں گا۔‘‘

ان کا کہنا ہے کہ نہ تم ڈاونچی بن سکو گے نا تھامس......تم خود کو تھکا رہے ہو بس......

خدا انسان بناتا ہے ان کی نقلیں نہیں۔ ڈاونچی ہو یا تھامس، ان کی نقال بنیں ہیں نہ ان کے کام کی۔ خدا کو نقل منظور نہیں۔

پھر تمہیں ان کے کام اور تخلیقات سے آگے جا کر کچھ کرنا ہوگا......

’’فنکار اگر یہی طے کرنے میں لگا رہے گا کہ اسے فلاں سے آگے جانا ہے یا فلاں کو پیچھے چھوڑ دینا ہے تو پھر سب کچھ ہوگا لیکن تخلیق کچھ نہیں ہوگا۔ خدا کو مقابلے بازی پسند نہیں۔‘‘

لمبے تناور درخت کے تنے سے پیٹھ لگائے بیٹھے اسے کوئی دیکھ لیتا تو ڈر کر بھاگ جاتا کیونکہ رات کے اس پہر کوئی دیوانہ ہی اتنی بلند آواز میں خود کلامی کر سکتا ہے جبکہ وہ تو باقاعدہ تاثرات اور آواز کے اتار چڑھاو کے ساتھ مکالموں کی ادائیگی کر رہا تھا جیسے مسٹر بروک ہیگ اس کے سامنے ہی کھڑے تھے۔ اور جو حسرت دلائل دینے میں رہ گئی تھی وہ اب پوری کر رہا تھا۔ چونکہ اجنبی کو گھوڑوں کی باتیں سنائی دینے والی نہیں تھیں اس لیے اس کی دیوانگی تصدیق شدہ تھی۔

’’آسکر دی ہیگ، پینٹنگز کے لیے گھر چھوڑ کر آ چکا ہے اور ایسے جنگل میں بھٹک رہا ہے۔ نشانیاں خوش آئند ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کامیابی کہاں سے شروع ہوتی ہے۔‘‘ آس پاس نظر دوڑا کر اس نے ہاتھ لہرا کر، بلند آواز سے کہا۔ ذرا دور گرے چابک کو ہاتھ بڑھا کر اٹھا لیا اور زور سے اسے ہوا میں اعلانیہ لہرایا۔

کسی اجنبی ساز کی آواز اس کے کان کے پردے کو چھو کر گزری اور یکدم اسے یاد آیا کہ اسی آواز پر وہ متوجہ ہوا تھا۔ بلکہ بگھی سمیت الٹ کر گر گیا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا کہ گاؤں شاید بہت قریب ہے۔ آواز وہیں کہیں سے آ رہی ہوگی۔ ادھر ادھر سر کو اٹھا کر اور گھوم پھر کر دیکھا لیکن گاؤں کے آثار دور دور تک دکھائی نہیں دیے البتہ آواز اور قریب آتی گئی۔ اپنے قدم آواز کی سمت بڑھاتے وہ تھوڑی دیر کے لیے سہم گیا۔ رات کے اس وقت جنگل میں اس آواز کا خالق کون ہو سکتا ہے؟ اس بات نے اس کے ذہن میں سب خوفناک کہانیاں تصویری

خاکوں کے ساتھ اجاگر کر دیں۔ گھوڑوں کی پیٹھ تھپک کر وہ آگے بڑھا۔ یعنی کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو میرے پیچھے آنا نہ بھولنا۔

آواز اور قریب آتی گئی۔ وہ ٹھیک سمت میں جا رہا تھا۔ اس کے ذہن کے کینوس پر پر ایک تصور ابھرا کہ کچھ ہی دیر میں اسے ایک چھوٹی سی غار نما جھونپڑی نظر آئے گی جس میں ایک بڑھیا بیٹھی بانسری بجا رہی ہو گی۔ جیسے ہی وہ بانسری کے سحر سے نکلے گا خود کو ایک بڑی سی دیگ میں بیٹھا ہوا پائے گا۔ جس کے نیچے آگ کا الاؤ روشن ہو گا بلکہ چنگھاڑیں مار رہا ہو گا اور پھر......اور پھر......

اور پھر یہ کہ درختوں کے تنوں اور پتوں، جنگل کی گھاس اور جھاڑیوں، نرم مٹی اور کیچڑ نے اسے روکنا چاہا لیکن آسکر نہیں رکا۔ ہر جنگل ایک راز رکھتا ہے۔ اگر اس جنگل کا راز یہ ساز ہے تو اب وہ بے نقاب ہونے کو ہے۔ جھاڑیوں نے اس کے پیروں کو اپنے شکنجے میں لیا اور اس نے کچھ قوت اور کچھ جھنجھلاہٹ سے جھاڑیوں کو پیچھے دھکیلا اور ردعمل میں تیزی سے لڑکھڑاتا ہوا ایک درخت کے تنے کے ساتھ جا لگا...... کھب گیا...... چپک گیا۔

جیسے ہی اس نے اس درخت کی پشت سے سر تھوڑا باہر نکالا......وہ......وہ دم بخود رہ گیا۔ دیکھ لینے پر بھی اسے یقین نہیں آیا کہ وہ یہ دیکھ رہا ہے۔ وہاں موجود ہونے پر بھی اسے یقین نہیں آیا کہ وہ ایسے کسی منظر کے قریب و جوار میں موجود ہو سکتا ہے۔

ننھی روشنیوں کی اڑان دم بخود کر رہی تھیں۔ ٹمٹماہٹیں خیرہ کن تھیں۔ جگنووں کی فوج لہریں بناتے رقص کر رہی تھی۔ زمین سے اوپر اٹھتے، درختوں کی شاخوں سے لپٹ کر گزرتے، آسمان کی سمت جانا چاہتے، رک جاتے، گھوم جاتے، قطاروں میں تقسیم ہوتے اور اس لڑکی کے گرد گھوم گھوم کر واپس اپنا سفر پھر سے شروع کرتے۔ اس لڑکی کے گرد جس کے سر پر بڑی سی گول ہیٹ تھی، ہاتھ میں انجانا ساز اور آنکھوں میں وہ مستی جو جگنووں کی ایسی فرنبرادری پر نازاں تھی......وہ ایک جادوگرنی......اوہ جادوگرنی......

یہ ایک دھوکا تھا جو کسی خواب سے پیوند لگتا تھا......

ایک دیوانگی جو کسی جادو کے زیرِ اثر تھی......ورنہ کچھ نہیں......اور کچھ نہیں......

زمین کی سطح گیلی اور نرم ہو گئی اور آسکر اس میں دھنس گیا۔ مجسمے کی طرح حرکت کرنے سے بری ہو گیا۔ اتنی رات کو ایسے گھنے جنگل میں وہ ایک بڑھیا کو دیکھنے کی امید تو رکھتا تھا لیکن لڑکی، ساز اور جگنووں کو ہرگز نہیں۔ اس نے سر کو تیزی سے گھما کر دور اس جگہ کی طرف دیکھا جہاں وہ گرا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ مر چکا ہے۔ وہاں اس کا مردہ جسم پڑا ہے۔ درخت کی اوٹ میں دراصل اس کی روح کھڑی ہے جو ایسا منظر دیکھ رہی ہے۔

ساز ابھی بھی بج رہا تھا۔ لڑکی دائرے میں گھوم گھوم کر جگنووں کی فوج کو اپنی دھن کی لے پر سنبھال رہی تھی۔ لڑکی اور اس کی ہوائی فوج میں ایسی ہم آہنگی تھی جیسے بارش کے قطروں اور پھول کی پنکھڑیوں میں ہوتی ہے۔ آسکر نے دیکھا کہ درختوں کی جڑوں سے دروازے کھول کھول کر ننھے، چنے منے بونے بھی اپنے بہترین لباسوں میں کودتے، پھاندتے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے لڑکی کے گرد دائرہ بنا کر اچھلنے کودنے لگے ہیں......آسکر کے لیے اس منظر کی تاب لانا مشکل تھا بلکہ مشکل تر تھا۔ اس نے شدت سے اپنی آنکھیں مسلیں اور غور سے دیکھا۔ بونے غائب ہو چکے تھے جبکہ روشنی کی لہریں ویسے ہی موجود تھیں......تھرا رہی تھیں......گنگنا رہی تھیں......رقصاں تھیں......اب

بھی وہ کیسے یقین کر لیتا کہ روشنی کے لاتعداد ننھے منے قمقمے ایک لڑکی کے ساز پر رقصاں ہیں۔ بینائی پھر سے صاف کرنی پڑی، سر کو پھر سے ٹھونکنا پڑا...... لیکن منظر وہی رہا...... ساز ویسے ہی بجتا رہا...... اور لڑکی جھومتی رہی...... جھومتی رہی......

ہاں یہ خواب در خواب ہے...... یا پھر گمان در گمان...... اور کچھ کیسے...... بھلا کیسے......

وہ درخت کی اوٹ میں ہو گیا اور بار بار آنکھیں مسل کر اس نظارے کی حقیقت کا یقین کرتا رہا۔ اسے واپس لوٹ جانا تھا تو بھی وہ وہیں کھڑا رہا۔ وہ خوفزدہ تھا تو بھی وہیں جامد تھا، اسے حیرت تھی تو بھی وہ بے یقینی لیے وہاں موجود تھا۔ اس نے لڑکی کے پاس جانا چاہا تو بھی وہ درخت کے سہارے ٹکا رہا۔ اسے زمین سے شکایت تھی وہ اس کے دھنسے ہوئے پیر آزاد کیوں نہیں کر رہی تھی۔

کچھ وقت گزرا اور اسے اپنے گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی آوازیں آئیں۔ شاید وہ اس کے قریب آ رہے تھے۔ وہ چونک گیا اور جلدی سے درخت کی اوٹ سے باہر نکلا اور......

''یہ کیا ہو رہا ہے...... کون ہو تم؟ چابک اس کے ہاتھ میں تھا اور اس نے اسے جگنوؤں کی طرف لہرا کر بلند تر آواز میں پوچھا۔

وقت، جنگل، جگنو اور لڑکی سب ساکت ہو گئے۔ حیرت سے گھوم کر اس کی طرف پلٹے۔ خوف سے لڑکی کے ہاتھ سے ساز گر گیا اور اس نے سہم کر سر اٹھا کر جنگوؤں کو دیکھا جو دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئے تھے۔ لڑکی نے جلدی سے ساز اٹھایا اور بھاگنے لگی۔ آسکر کو یقین نہیں آیا کہ ایک جادوگرنی ایسے خوفزدہ ہو کر بھاگ بھی سکتی ہے۔ وہ بھی اس کے پیچھے بھاگا کیونکہ ساری کہانیوں سے اس نے یہی جانا تھا کہ جادوگرنی کتنی بھی طاقتور کیوں نہ ہو، جیت ہمیشہ ہیرو کی ہی ہوتی ہے۔ اس وقت کا ہیرو وہ تھا...... آسکر دی ہیگ......

جادوگرنی اپنی فراک سے الجھتی تیزی سے بھاگ رہی تھی لیکن وہ جادوگرنی سے زیادہ تیزی سے بھاگا اور پیچھے سے اس کے بازو کو پکڑ کر اپنی طرف گھما لیا اور......

روشنی اپنی مچانوں سے نکل آئی......
دھنیں عہد و پیاں لیے بجنے لگیں......

لڑکی کی ہیٹ گر گئی، اس کے دورخی گندھے بال نمایاں ہو گئے اور اس کی آنکھیں لہریں بناتے ننھے قمقموں کی مانند ڈگمگانے لگیں۔

''تم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتی، میں اس جنگل کو تمہارے جادو سے آزاد کروا کر ہی رہوں گا۔'' یہ بات کہہ چکنے کے بعد بھی آسکر کو یقین نہیں آیا کہ وہ ایسی بات کہہ دینے کی صلاحیت بھی رکھتا تھا اور حوصلہ بھی۔ کچھ باتوں کا ادراک آدھی رات کو، جنگل میں، بگھی سے گر کر، جادوگرنی کا بازو پکڑ کر ہی ہوتا ہے۔ بہرحال اس کی بات پر درخت، جھاڑیاں، پھول، پودے اور رات اتنی ذور سے ہنسیں کہ اسے اندازہ ہو گیا کہ اس نے کس قدر مضیکہ خیز بات کی ہے۔

خوف سے لڑکی کی پلکیں لرزنے لگیں۔ آسکر نے بے یقینی سے جادوگرنی کو دیکھا۔ ''تم تو مجھ سے ڈر رہی ہو؟''

جواب میں لڑکی نے اپنا بازو آزاد کروانا چاہا لیکن آسکر نے ایسا ہونے نہیں دیا۔ ''کیا تم سن نہیں سکتی؟''

اب لڑکی نے غصے سے اپنا بازو آزاد کروانا چاہا۔ آسکر نے اپنے پنجے اس کے بازو میں اور سختی سے گاڑ دیئے۔

''تم ہو کون......؟ اور سر کو جھکا کر ہیٹ کے دائرے میں داخل ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا۔

تم کون ہو......؟ لڑکی نے غصے اور مزید غصے سے پوچھا

آسکر نے داد دینے والے انداز سے لڑکی کو دیکھا۔ پہلے وہ سہم کر بھاگ رہی تھی۔ پھر وہ خوفزدہ ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اب وہ غصے سے چلا رہی ہے۔ اگر وہ ایسے ہی رنگ بدلتی رہی تو آسکر کو اپنی پینٹنگ کے لیے کچھ رنگ اس سے بھی ادھار لینے پڑے گے۔

''چھوڑ دو میرا ہاتھ......'' او ہاں اب وہ قوت بھی لگا رہی تھی......

ورنہ......؟ لڑکی نے کچھ اس انداز سے کہا کہ آسکر کو لگا وہ اسے نشانہ بازی کے لیے للکار رہی ہے۔

''میں سارے گاؤں کو چلا چلا کر اکٹھا کر لوں گی......''

اس کا اندازہ ٹھیک تھا وہ للکار رہی تھی۔ ''گاؤں تو بہت دور ہے...... چلاؤں! ہو سکتا ہے گاؤں والے تمہاری بھنبھناہٹ سن لیں۔''

لڑکی نے پھر سے اپنا بازو آزاد کروانے کی کوشش کی جو ناکام ٹھہری۔ ''مجھے چھوڑ دو......انکل جاگ جائیں گے وہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے......وہ بورشے کو چھین لیں گے۔'' اب وہ بے چارگی سے التجاء کرنے لگی تھی۔ آنسو اس کی آنکھوں کے ہمراہی ہوئے تو آسکر نے چونک کر لڑکی کو غور سے دیکھا۔ جادوگرنی رو رہی ہے......چچ چچ......

''کون ہو تم...... یہاں کیا کر رہی تھی......'' سوال پھر سے دہرایا گیا

''کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا کہ میں ایک لڑکی ہوں۔ وہ دیکھو......دُور......وہاں کیچڑ میں گرنے سے میرا بورشے گندا ہو گیا......میرے جگنو تم سے ڈر کر بھاگ گئے......تم نے ان پر کتنی بے دردی سے چابک لہرایا......کیا انسانیت سے کبھی تمہارا کوئی واسطہ نہیں رہا۔'' غصہ اتنی اچھی چیز بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جنگل میں ساز بجاتی لڑکی کے گال ایسے دہکا دے' اور بگھی لے کر گھر چھوڑ آنے والے لڑکے کو محظوظ کر دے......ایسے غصے کی ناپسندیدگی پر......چچ چچ......

''میرا بازو چھوڑتے ہو یا نہیں......تم کون ہو......کیوں روک رکھا ہے مجھے۔'' غصہ اور مزید غصہ......اوہ......

''کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا کہ میں آسکر ہوں......وہ دیکھو......دُور......کیچڑ سے آگے تمہارے ساز اور تمہارے جگنوؤں نے میری بگھی الٹ دی اور میں گر کر درخت سے ٹکرا گیا......کیا تم اسی لیے راتوں کو جنگلوں میں بھٹکتی ہو تا کہ تم مجھ جیسے اجنبیوں کو گرا کر مار سکو......کیا انسانیت سے کبھی تمہارا کوئی واسطہ نہیں رہا۔''

لڑکی نے ایک لحظے کے لیے اپنا بازو آزاد کروانے کی کوشش ترک کر دی اور وہ آسکر کو دنگ دیکھتی رہی۔ جبکہ اپنی پشت پر گھوڑوں کی اچانک آمد سے آسکر ڈر سا گیا اور لڑکی کا ہاتھ چھوڑ بیٹھا۔ آسکر کے ایسے یکدم ڈر جانے سے لڑکی بے ساختہ ہنس دی' پھر اپنے قہقہے کو بھی نہیں روک سکی۔ بے طرح ہنستے' اپنی فراک کے گھیر کو جنگل کی ہوا کے سپرد کرتے گاؤں کی سمت بھاگ گئی......

اور آسکر......اس نے کچھ دیر تک آس پاس کا جائزہ لیا اور یہ جان کر کہ یہاں وہی ہوا ہے جو اس نے ابھی ابھی دیکھا ہے تو اس نے مسکراتے ہوئے بلند آواز میں کہا...... ''کوئی بتائے گا مجھے' میں خواب دیکھ رہا ہوں یا نیند میں چل رہا ہوں؟

دونوں صورتوں میں مجھے جگایا نہ جائے...... سونے دیا جائے...... خواب دیکھنے دیا جائے......

* * *

جان ایسے اچانک رات کو اس کی آمد پر حیران رہ گیا تھا۔ یہ بھی نہیں پوچھ سکتا کہ آنے کی اطلاع کیوں نہیں دی کہ وہ گھر کو اس کی رہائش کے لیے تیار کر دیتا۔ کھانے کے نام پر ملنے والے بچے کچے سوپ کو پی کر جب وہ بستر پر ڈھیر ہونے لگا تو اس نے روشنی گل کرتے جان کو روک لیا۔

گاوں میں کچھ پراسرار لوگ رہتے ہیں...... ہیں نا؟

کیوں نہیں...... چھ عدد خوفناک جادوگر، تین مکار جادوگرنیاں' کچھ بدروحیں اور چند سو بونے......بس......

آسکر نے قہقہہ لگایا اور سو گیا۔

رات بھر گاوں کی سبز گھاس سے جگنو لپٹے رہے۔ جنگل کے راستوں پر ساز کی دھنیں بکھرتی سمیٹتی رہیں اور وہ سوتا رہا، سوتا رہا۔

* * *

اپنی فراک سمیٹ کر ماریہ کھڑکی کے راستے اپنے کمرے میں کود گئی۔ ایوا اور کیتھی دونوں اپنے اپنے بستر پر سو رہی تھیں۔ اپنے کمرے میں انکل ولسن اور آنٹی بھی سو ہی رہے ہوں گے۔ ماریہ نے اپنی ہیٹ اتار کر الماری میں رکھی اور اپنے ساز کو مخمل کے پاوچ میں ڈال کر اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا۔ یہ ساز کچھ دیر تک اس تکیے کے نیچے رہنے والا تھا' پھر وہ اس کے ہاتھ میں آ جانے والا تھا' ہاتھ سے وہ گال کے نیچے رکھا جانے والا تھا۔ اپنی ٹانگیں موڑ کر، اپنے ہاتھوں کو اپنے گال کے نیچے رکھ کر، وہ آنکھیں بند کر کے سونے لگی تو......

''تم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتی' میں اس جنگل کو تمہارے جادو سے آزاد کروا کر ہی رہوں گا۔'' اس کے کانوں میں گونجنے لگا اور وہ مسکرا دی اور پھر......

رات بھر مخمل میں لپٹا ساز بجتا رہا' جانوروں کے باڑے کی بھیڑیں' اجنبی گھوڑوں کی ٹاپوں کو خوش آمدید کہتی رہیں اور وہ سوتی جاگتی رہی' سوتی جاگتی رہی...... ماریہ جادوگرنی......

* * *

''صبح'' اس کی آنکھوں میں' دن کے اجلے کے ساتھ طلوع ہوئی۔ نیند نے بیداری میں دیر کر دی تھی۔ اس کا ارادہ جلدی اٹھ کر گاؤں کی سیر پر جانے کے لیے تھا لیکن وہ سوتا رہ گیا۔ کچن سے اسے کافی شور سنائی دے رہا تھا۔ جب وہ کھانے کے کمرے میں آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا گھر کئی طرح کے افراد سے بھر گیا ہے۔

جان' اس کی بیوی' اس کے چھوٹے بڑے' سبھی بچے' طرح طرح کے کاموں میں مصروف تھے۔ کوئی کھڑکیاں صاف کر رہا تھا، کوئی ناشتے کی میز کا میز پوش بدل رہا تھا' گلدان میں پھول سجا رہا تھا' فرش چمکا رہا تھا' کوئی پانی بھر کر لا رہا تھا۔ باہر باغیچے میں بھی اسے چند لوگ کام کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ گھاس کو تراشا جا رہا تھا اور باغیچے کی باڑھ سے لپٹی بیل کی کانٹ چھانٹ ہو رہی تھی۔

’’جان خود کو اتنا ہلکان نہ کرو...... مجھے صفائی پسند ہے لیکن اتنی نہیں کہ وہ ننھے منے بچوں کو تھکا دے۔‘‘

جان اور اس کے سب بچے مسکرا دیئے۔ بچوں سے کچھ دیر بات چیت کے بعد وہ ناشتہ کرنے لگا اور پھر اپنے گھوڑوں کے پاس آیا جو اس سے کافی خفا لگ رہے تھے۔

’’نئی جگہ پر تمہیں لانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم نئے نئے انداز سے مجھ سے ناراض ہو۔ سمجھے۔ چلو گاؤں گھومتے ہیں اور مس لائٹ بگ کو ڈھونڈتے ہیں۔‘‘ گھوڑے پر سوار ہو کر جب وہ گاؤں کی طرف جا رہا تھا تو جان بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

آپ دوپہر اور رات کے کھانے میں کیا کھائیں گے؟

جو تم کھلا دو......

گراس سوپ چلے گا؟ جلے ہوئے میرا مطلب بھنے ہوئے آلو دو چکن بون سوس؟ کہتے جان کے سبھی دانت نظر آنے لگے۔

سیاہ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے، لگاموں کو ہاتھ میں لیے اس نے گردن کو نیچے جان کی طرف جھکا کر کہا۔ ’’ماونٹ کے سامنے دوبارہ کبھی یہ مینو نہ دینا‘ ورنہ اس کی پچھلی اور اگلی دونوں ٹانگیں اٹھنے میں وقت نہیں لیں گی۔‘‘

جان ہی ہی کرنے لگا ’’کیا آپ کا گھوڑا حس مزاح نہیں رکھتا؟‘‘

’’حسن مزاح رکھتا ہے اسی لیے تو ٹانگیں اٹھا دیتا ہے۔‘‘ لگام کو جھٹکا دے کر مسکراتے ہوئے آسکر گھوڑے کو آگے لے گیا۔

کافی دیر تک وہ گاؤں میں گھومتا رہا۔ دادا مسٹر جیمز ہیگ جب تک زندہ رہے وہ ہر سال گرمیوں میں یہاں آیا کرتے تھے۔ پاپا کبھی کبھار ان کے ساتھ آجایا کرتے تھے۔ جبکہ باقی سب اس چھوٹے سے گاؤں کی نسبت ایڈن برگ فارم ہاوس جانا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس کی بہنیں جوزفین اور روزا ایک بار اپنی سہیلیوں کے ساتھ یہاں آئیں تھیں۔ جوزفین گھوڑے سے گر کر اپنا گھٹنا زخمی کروا چکی تھی۔ بس پھر وہ اس گاؤں سے اتنی نالاں ہو گئی کہ نہ کبھی خود آئی نہ‘ آسکر اور روزا کو یہاں آنے دیا۔

گاوں ویسے کا ویسا ہی ہے۔ البتہ کچھ لوگ جو پہلے چھوٹے چھوٹے بچے تھے اب وہ بڑے ہو چکے تھے۔

’’کیا دس سال پہلے مس لائٹ بگ کو بھی میں نے یہیں دیکھا ہوگا۔‘‘ اس نے دس سال پہلے کے اپنے ایک دن کے قیام کو یاد کرنا چاہا، جس میں گرینڈ پا اسے گاؤں میں لے کر گھومتے رہے تھے۔ وہ لمبی گھاس میں کھیلنے والے بچوں کے ساتھ کچھ دیر کھیلتا رہا تھا۔ وہ لوگ درختوں پر بھی چڑھتے رہے تھے۔

دوپہر کے کھانے کے بعد سے وہ اپنی پینٹنگ پر کام کرتا رہا۔ اس کے عین سامنے جنگل تھا۔ کچھ دور ایک چھوٹی سی جھیل تھی جس کے کنارے بیٹھے بچے جھیل سے اٹکھلیاں کر رہے تھے۔ جھیل کے اطراف گھاس کے قطعات گاؤں کے پھیلاو تک جاتے تھے۔ دور مسٹر لی کے باڑے کی بھیڑیں اسے یہاں سے بھی دکھائی دے رہی تھیں۔

’’دس سال پہلے مجھے بھیڑیں نامعقول کیوں لگیں تھیں۔‘‘ برش کو روک کر آسکر نے سوچا۔ ’’اور اب یہ مجھے اتنی معقول بلکہ قابل قبول کیوں لگ رہی ہیں؟ گرینڈ پا ٹھیک کہتے تھے زندگی کی ابتداء جاننا چاہتے ہو تو کسی گاؤں میں قیام کرو‘ اگر اس پر اعتبار چاہتے ہو تو

بھی۔'' مجھے دونوں ہی صورتوں کے لیے یہاں قیام کر لینا چاہیے۔'' اسٹروک لگاتے آسکر نے سوچا۔

رات کو کھانے کے بعد اس نے جان کو روک لیا۔'' کیا گاؤں میں کوئی ایسی لڑکی رہتی ہے جو کوئی ساز بجاتی ہے اور بہت سے جگنوؤں کو اکٹھا کر لیتی ہے؟

'' گاؤں میں جگنو بہت ہیں خاص کر جنگل میں......وہ کہیں بھی آ سکتے ہیں......''

میں لڑکی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں مسٹر جان......

لڑکیاں بھی بہت ہیں گاؤں میں......مسٹر آسکر ہیگ......

اب مجھے معلوم ہوا کہ گرینڈ پا یہ کیوں کہتے تھے کہ اگر گاؤں سے کچھ چیزوں کو نکال دیا جائے تو وہ جنت نظیر ہو سکتے ہیں۔ ان کچھ چیزوں میں سے ایک تم بھی ہو گے......''

نہیں مسٹر آسکر ہیگ وہ میں نہیں ہوں وہ تو وہ اجنبی ہیں جو گاؤں کے لوگوں کی سادگی کا مذاق اڑاتے ہیں، انہیں بدھو سمجھتے ہیں، دوم وہ راستہ ہے جو انہیں گاؤں تک لاتا ہے، سوم وہ گھوڑے جن پر بیٹھ کر وہ آتے ہیں۔''

آسکر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔'' میں اجنبی نہیں ہوں۔ دوم بدھو میں صرف تمہیں سمجھتا ہوں، سوم مجھے کافی پینے کے لیے کیا کرنا ہو گا؟''

جان ہنس دیا اور کافی لینے چلا گیا۔ آسکر اٹھ کر کھڑکی تک گیا اور دُور جنگل کو دیکھنے لگا۔ آج جنگل اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور وہاں روشنی کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔'' جنگل کس قدر اداس اور اکیلا لگ رہا ہے۔'' آسکر زیر لب بولا

اگلے دن وہ صبح ہی صبح اٹھ گیا تا کہ بےتھیون موسیقار کی طرح قدرت میں کھو کر اس سے کچھ اخذ کر سکے۔ جیسے اس نے اپنی لازوال دھنیں تخلیق کی تھیں وہ بھی کچھ باکمال پینٹنگز تخلیق کر سکے۔ لمبی گھاس پر اپنا سامان رکھ کر وہ پینٹنگ بنانے میں مصروف ہو گیا۔ اسے بار بار شدت سے یہ احساس ہونے لگا کہ وہ اپنے کام میں بری طرح سے مصروف ہے۔ یہ نشانی تھی اس کامیابی کی جو ایک بڑے مصور کے نصیب میں لکھی جانے ہی والی تھی۔

'' اوہ! میں اپنے کام میں کس قدر غرق ہوں۔'' وہ گاہے بگاہے خود کو یاد دلا دیتا بلکہ داد دے دیتا رہا۔ رات میں بھی کچھ وقت وہ اس تصویر پر کام کرتا رہا تھا۔ اس نے اپنا ایزل کھڑکی کے قریب رکھ لیا تھا اور جنگل کو نظروں میں رکھے وہ تصویر پر کامیابی سے کام کرتا رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس پینٹنگ کو دیکھ کر پاپا اس کے فن کے بارے میں اپنا خیال بدل دیں گے۔

وہ مجھے ایک عظیم پینٹر مان لیں گے۔'' اس نے یہیں تک خود کلامی کی تھی کہ ڈھیر سارا پانی اس عظیم تخلیق پر آ کر پھیل گیا۔ وہ بدک کر پیچھے ہوا اور غصے سے جیسے ہی وہ پیچھے مڑا وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اس کے پیچھے لکڑی کا ڈول دونوں ہاتھوں میں لیے مس لائٹ بگ کھڑی اس کی تخلیق کو سراہ رہی ہیں......اوہ برباد کر رہی ہیں......نہیں برباد کر چکی ہیں......

'' تم نے میری بنائی تصویر پر پانی پھینک دیا......'' شدت غم سے اس کی آواز، صرف آواز نہ رہی۔

''میں نے اپنی تصویر پر پانی پھینکا ہے۔''

آسکر نے دوتین بار منہ کھولا کہ وہ اسے کچھ کہہ سکے لیکن ایسے نادر شاہکار کے اس طرح زیاع پر الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہی نہیں۔ اسی دوران وہ آگے بڑھی اور ہاتھ سے پینٹنگ کے بچے کچے تخلیقی ذرات بھی برباد کر دیے اور سارے رنگوں کو مسل دیا۔ آج جو اس نے ہیٹ پہنا تھا وہ اس کے سر پر اتنا زیادہ فکس تھا کہ لگتا تھا اسے کیلوں سے سر پر ڈھونک دیا گیا ہو۔ ہیٹ کا ربن اس کی ٹھوڑی پر ایسے بندھا تھا جیسے ٹھوڑی کو گرنے سے بچانے کے لیے سہارا دے رہا ہو۔ ایسی سادہ' اور گنوار زیبائش پر آسکر بعد ازاں ہنسنے کے لیے تیار تھا۔

''تم نے ایسا کیوں مس بگ؟'' تصویر مکمل طور پر برباد ہو گئی تو وہ یہ کہنے کے قابل ہو سکا۔

''تم کون ہوتے ہو اس طرح میری تصویر بنانے والے؟''

یہ تمہاری تصویر نہیں ہے۔ یہ جنگل میں ملنے والی ایک جادوگرنی کی تصویر ہے جو اپنے جادو سے جگنوؤں کو رقص کرواتی ہے۔''

''میں جادوگرنی نہیں ہوں۔'' اپنی آواز کو اس نے بلند ہونے سے روکا۔

پھر تم نقل کرنے والی ہو۔ تمہیں پائڈ پائپر کی نقل کرتے ہوئے شرمندہ ہونا چاہیے۔

پائڈ پائپر آف ہیلمن؟ اوہ! لیکن وہ تو پائپ بجاتا تھا۔ اس کی خدمات چوہوں کو شہر سے دور لے جانے کے لیے حاصل کی گئیں تھیں جبکہ میں کسی خدمت پر مامور نہیں ہوں۔''

''تمہیں ننھے جگنوؤں کو پریشان کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ اگر تم خود چین کی نیند نہیں سونا چاہتیں تو تمہیں جگنوؤں کی نیند کا خیال رکھنا چاہیے۔''

''اگر تم اپنی تخلیقی قوت اجاگر نہیں کر سکتے تو تمہیں حقیقی مناظر کی نقل سے باز رہنا چاہیے۔''

''میں پھر سے ایسی پینٹنگ بنا لوں گا مس لائٹ بگ۔ میں نے جنگل میں ایک منظر دیکھا اور میں اسے کینوس پر لانے کا پورا پورا حق رکھتا ہوں۔''

''دوسروں کے رازوں کو افشا کرنے کا حق تمہارے پاس نہیں ہے۔''

میں ایک مصور ہوں' شاہی محل کا ملازم نہیں جو کئی رازوں کو کندھے پر اٹھائے پھرتے ہیں۔''

اپنی بات کو ٹھیک طرح سے سمجھا نہ پانے کی ناکامی سے ماریہ کتنی ہی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ پھر اس کے ہونٹ کپکپا گئے اور اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ پانی کا خالی ڈول ہاتھ میں جھلاتے وہ بھاگنے لگی۔ لمبی سبز گھاس پر اُگے سرخ چھوٹے پھولوں سے ہو کر گزرتی ہوا کی سرسراہٹ اور اس کی سفید فراک کی پھڑ پھڑاہٹ نے اسے کینوس پر لانے کے لیے ایک اور منظر کا عکس دیا۔

''لائٹ بگ میری بات سنو......رکو......'' وہ اس کے پیچھے بھاگا لیکن وہ رکی نہیں اور اسے پھر سے اس کا بازو پکڑ کر روکنا پڑا۔

''میں دوبارہ یہ تصویر نہیں بناؤں گا۔''

کسی کو یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ تم نے مجھے جنگل میں دیکھا، ......رات کو......

کیا تم یہ چھپانا چاہتی ہو......ٹھیک ہے نہیں بتاؤں گا لیکن کیا تم مجھے پھر سے جگنوؤں کا رقص دکھا سکتی ہو؟

وہ کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ ''کیسا رقص......کون جگنو؟''

میں نئے سرے سے راز افشا کرنے جا رہا ہوں......'' وہ اپنے کینوس کی طرف بڑھا

اوہ یعنی کہ بورشے......میں تیار ہوں......'' ماریہ سادگی سے مسکرا دی

* * * *

''یہ ساز میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔'' وہ جنگل میں ماریہ کے آنے سے کافی دیر پہلے آ گیا تھا جبکہ وہ بہت بعد میں آئی تھی۔

''یہ میرے پاپا نے مجھے دیا تھا......یہ انہوں نے خود بنایا ہے۔''

کیا وہ موسیقار تھے؟

وہ ہنسی۔ ''نہیں وہ تو جہاز راں تھے۔ مسٹر البرٹ رائٹ۔ جب میں دو سال کی تھی تو چند جگنوؤں کو دیکھ کر تالیاں بجانے لگی اور دیوانہ وار ان کے پیچھے بھاگنے لگی۔ یہ بات انہیں کبھی نہیں بھولی کہ جگنو مجھے خوش کرتے ہیں بلکہ دیوانہ کر دیتے ہیں۔

تو کیا انہوں نے کوئی جادو سیکھا اور یہ ساز بنا دیا۔''

''نہیں......سمندر میں ایک جزیرے پر انہوں نے جگنوؤں کی بہتات دیکھی تو وہ مجھے یاد کر کے رونے لگے۔

تو یہ ساز مسٹر البرٹ رائٹ کو اس جزیرے سے ملا؟

ایسا بھی نہیں ہوا......جن درختوں اور پودوں کے گرد جگنوؤں جمع ہو رہے تھے انہوں نے انہی درختوں کی لکڑی سے اسے بنانا شروع کیا۔ وہ سفر کے دوران فلوٹ بجایا کرتے تھے۔ پہلے انہوں نے فلوٹ کے ساتھ کچھ تبدیلیاں کرنی چاہیں تاکہ فلوٹ کی آواز سے جگنو کھنچے چلے آئیں لیکن وہ ناکام رہے۔ آخر کار وہ ایک نیا ساز بنانے میں کامیاب ہو گئے......یہ ساز......یہ دیکھو یہ ہاتھ کی ہتھیلی میں سما جاتا ہے۔ ایک ہاتھ سے پکڑ کر بھی اسے آسانی سے بجایا جا سکتا ہے۔ یہ اس کا بڑا سوراخ ہے' اور یہ دو چھوٹے۔'' ماریہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ساز سامنے کیا۔ ''وہ اسے بورشے کہنے لگے۔''

بورشے......یہ کسی ساز کے نام کی بجائے کسی شہر کا نام لگ رہا ہے۔ وہ ہنس دیا

شاید ایسا ہی ہو......ایک جہاز راں لفظوں کی گہرائی میں نہیں جا سکتا کیونکہ وہ تو سمندر کی گہرائی کو جانتا ہے۔'' ماریہ کو آسکر کی ہنسی مذاق اڑاتی ہوئی لگی۔

میرے انداز نے تمہیں تکلیف دی ماریہ......

جب کوئی اپنی کسی پیاری چیز کے بارے میں ذکر کر رہا ہو تو اس پر اعتراض کا نقطہ نہیں اٹھاتے۔'' کہہ کر وہ جانے لگی۔ وہ اپنا ارادہ بدل چکی تھی۔ بورشے کو اس نے اپنی فراک کی جیب میں رکھ لیا تھا۔

اگر تمہاری جگہ مسٹر البرٹ رائٹ ہوتے تو وہ یقیناً میرے لیے خوشی سے بورشے بجاتے۔ وہ مجھے معاف بھی کر دیتے۔''

وہ رک گئی، مسٹر البرٹ کے نام نے شاید اسے جذباتی کر دیا تھا۔

"کیا مسٹر البرٹ بھی جگنو اکھٹا کیا کرتے تھے؟"

"انہوں نے کوشش کی تھی لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ وہ بورشے سے کوئی دھن نہیں بنا سکے تھے۔ جس وقت وہ مجھے یہ دے کر گئے اس کے بعد وہ دوبارہ واپس نہیں آ سکے تھے۔ انہیں اسی جزیرے میں دفنا دیا گیا تھا جہاں سے بورشے بنانے کا خیال انہیں آیا تھا۔"

مسٹر البرٹ رائٹ کی موت کے تذکرے پر کچھ دیر آسکر خاموش رہا۔ "پھر تم نے یہ دھن کیسے سیکھی؟"

"ایسے......" ماریہ نے بورشے کو منہ سے لگا لیا اور الٹتے پیروں آسکر سے دور جانے لگی۔ اس کی مسکراہٹ اور اس کا بورشے دونوں ہی آفاقی تھے۔ وہ اتنی محویت اور خوشدلی سے بجا رہی تھی کہ اسے لگا اگر وہ یہ کام ایسے ہی کرتی رہی تو جگنو کے سنگ ستارے بھی آنے لگیں گے۔

آہستہ آہستہ جگنو دکھائی دینے لگے۔ بڑھتے بڑھتے وہ زیادہ ہوتے گئے۔ وہ اس کے گرد دائرہ بنانے لگے۔ اب وہ دھن کو بدل رہی تھی۔ دھن بدلتے ہی اس کے گرد بننے والا دائرہ کئی دائروں میں بٹ گیا۔ کچھ ہی دیر میں یہ دائرے چھوٹے چھوٹے کئی اور دائروں میں تقسیم ہونے لگے۔

وہ اس سارے منظر میں موجود تھا پھر بھی اسے گمان تھا کہ وہ کسی خواب کی کڑی میں۔ وہ جو واقعی وہاں موجود تھی وہ بہت مصروف، بہت مگن تھی۔ اسے یاد بھی نہیں تھا کہ کوئی آسکر ہیگ وہاں موجود ہے۔ اس کے باپ نے ایک ساز بنایا تھا۔ وہ اس ساز کو ناکام ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ مسٹر البرٹ کو معلوم نہیں تھا کہ وہ ایسا کر سکے گی۔ وہ ایسا ہرگز نہ کر پاتی اگر وہ اسی جزیرے میں دفن نہ ہوتے جہاں سے یہ بورشے آیا تھا۔

"اگر تم کسی ایک جگنو کو لانے میں بھی کامیاب ہو گئی تو سمجھ لینا کہ وہ جگنو میں ہی تھا۔"

ماریہ نے مسٹر البرٹ کے الفاظ کو ہمیشہ یاد رکھا۔ وہ سات سال کی تھی جب وہ پہلا جگنو لانے میں کامیاب ہو سکی تھی۔ اس کی عمر کے ساتھ ساتھ جگنوؤں کی تعداد بڑھتی گئی اور ایک رات اس نے اتنے جگنو اکھٹے کر لیے تھے کہ وہ انہیں دیکھ کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ یہ رات ایوا کی سالگرہ کی رات تھی۔ مسٹر اینڈ مسز ولسن کی سب سے لاڈلی بیٹی کی سالگرہ کی رات۔ جس وقت وہ سب بچوں کے ساتھ گھر کی باڑھ کے پاس بیٹھی کیتھی کا وائلن سن رہی تھی اس وقت اسے خیال آیا کہ اسے بھی اپنے ساز کی رونمائی کرنی چاہیے۔ ایوا کی سالگرہ کے نام، ایک دھن اسے بھی بجانی چاہیے۔

بورشے کو اپنی جیب سے نکال کر وہ باڑھ کے کنارے کنارے گھومتے اسے بجانے لگی۔ اس کی محویت کا یہ عالم تھا کہ وہ یہ تک نہیں دیکھ سکی کہ کچھ بچے ڈر کر وہاں سے بھاگ گئے تھے، کچھ خوشی سے اچھل رہے تھے اور کچھ منہ کھولے جگنوؤں کی فوج کو باڑھ کے گرد آتے اور ماریہ کے ساتھ ساتھ سفر کرتے دیکھ رہے تھے۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنے اطراف دیکھا تو اس کے اپنے ہوش جاتے رہے۔

اس رات کے بعد اس کے بورشے بجانے پر پابندی لگا دی گئی۔ کچھ رشتے دار جو پہلی بار وہاں آئے تھے انہوں نے دیر تک ماریہ کو

زیر بحث رکھا۔ لیکن وہ پھر بھی چھپ کر اسے بجاتی رہی۔ ایک رات چند اجنبیوں نے اسے دیکھ لیا اور انہوں نے گاؤں والوں سے استفار کیا کہ کیا وہ جادوگرنی ہے۔

یہ ایک ساز ہے انکل ولسن...... آپ جانتے ہیں یہ میرے لیے کتنا خاص ہے۔

یہ صرف ایک ساز نہیں ہے ماریہ...... کیا تم چاہتی ہو کہ تم جادوگرنی کے نام سے جانی جاؤ۔

مجھے پرواہ نہیں کہ لوگ کیا کہتے ہیں...... کیسی افوائیں پھیلاتے ہیں......

افواہیں مقدر بن جایا کرتی ہیں ماریہ...... مت بھولو کہ جادوگرنیوں کو زندہ جلا دیا گیا تھا......

یہ کوئی جادو نہیں ہے انکل......

یہ ان کے لیے جادو ہی ہے جو اس سے انجان ہیں۔

کیا میں اسے کبھی نہ بجاؤں......

تم پیانو بجا لیا کرو، کیتھی سے وائلن سیکھ لو......

اور بورشے؟

بورشے کو سنبھال کر رکھ دو...... یہ البرٹ کی نشانی ہے۔ انکل ولسن نے دوٹوک کہا۔

مسٹر البرٹ رائٹ کی نشانی کو وہ چھپا کر نہیں رکھ سکی، بلکہ خود چھپ کر جنگل میں آ جایا کرتی۔

''تمہیں جنگل سے ڈر نہیں لگتا؟ جب وہ اس کے گھر کے پاس پہنچ گئے تو آسکر نے ماریہ سے پوچھا

کھڑکی کو آہستگی سے کھول کر، اس میں سے کود کر ماریہ نے گردن موڑ کر آسکر کو دیکھا۔ ''کون سا جنگل؟''

آسکر مسکرا دیا اور پلٹ کر جانے لگا۔

''مجھے صرف اس بات سے ڈر لگتا کہ مجھ سے بورشے چھین لیا جائے گا۔ بورشے مجھ سے دور ہو جائے گا۔'' اس نے گردن کو کھڑکی سے باہر نکال کر سرگوشی میں کہا اور کھڑکی بند کر دی۔

مجھے بھی اسی بات سے ڈر لگنے لگا ہے کہ تم سے تمہارا بورشے چھین نہ لیا جائے۔ وہ تم سے دور نہ کر دیا جائے۔'' اس کی بند کھڑکی کو دیکھ کر وہ اپنے گھر لوٹ آیا۔ کرسی پر بیٹھا جان اونگھ رہا تھا۔ اس کے بے آواز قدموں کی چاپ پر بھی وہ چونک گیا۔

آپ کہاں گئے تھے؟ جان نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا

جنگل کی سیر کرنے......

رات کے اس وقت...... سیر کرنے؟

میں یہ دیکھنے گیا تھا کہ جنگل رات کو سوتا ہے یا نہیں......

کیا وہ سویا ہوا ملا......؟

''نہیں......وہ محور قص ملا......'' اپنی ہیٹ اتار کر اس نے جان کے سر پر رکھی اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

راہداری کی موم بتیاں گل کرتے جان منہ ہی منہ میں گنگنا دیا...... بورشے...... بورشے...... بورشے......

* * * *

اگلے دن وہ مسز فلورا کے باغیچے میں سے انگور توڑ رہی تھی جب آسکر اپنے گھوڑے پر آیا۔

کیا تم کسی کے انگور چرا رہی ہو؟

ہاں! کیا تم مجھے پکڑوانا چاہتے ہو......؟

نہیں! میرا خیال ہے مجھے بھی تمہارے ساتھ مل کر چوری کرنی چاہیے......'' وہ گھوڑے سے کودا

''تین چور پہلے ہی ان بیلوں کے پیچھے موجود ہیں۔'' مسز فلورا ہنستی ہوئیں انگور کی بیل سے باہر نکل آئیں۔ ساتھ ہی ماریہ کی بہنیں ایوا اور کیتھی بھی۔ اس نے بھی ہاتھ میں ایک ٹوکری پکڑ لی اور انگور توڑنے لگا۔

مسٹر آسکر ہم میٹھے انگور کھانا چاہتے ہیں، کھٹے نہیں۔'' مسز فلورا نے آسکر کی ٹوکری کی طرف سر جھکا کر کہا

وہ ماریہ کے قریب ہو کر پوچھنے لگا۔ ''پہلے خوشے سے انگور توڑ کر چکھوں کہ کون سے میٹھا اور کون سا کھٹا پھر خوشے کو توڑوں؟

ماریہ سے پہلے انگور کے پتوں میں چھپی ایوا کھلکھلا کر بولی۔ ''آپ سب انگور کھا جائیں گے تو ٹوکری میں کیا بچائیں گے؟

آسکر نے بے چارگی سے ماریہ کی طرف دیکھا جو انگور کے خوشے تک اپنی ناک لے جاتی، سونگھتی اور پھر توڑتی۔

اس نے اس کی ٹوکری سے انگور نکال کر کھائے۔ ''یہ سب میٹھے ہیں لیکن تمہیں کیسے پتا چلتا ہے کہ یہ میٹھے ہیں؟

ماریہ نے ایک اور خوشے کے قریب ناک بلند کی اور پھر یکدم اسے توڑ کر ٹوکری میں رکھ لیا۔ ''ایسے......'' اور پھر کھلکھلا کر ہنس دی وہ بھی مسکرانے لگا اور اپنی ناک کو خوشوں تک بلند کرنے لگا۔

''میں دس سال پہلے گرینڈ پا کے ساتھ یہاں آیا تھا تو یہ گاؤں مجھے اتنا اچھا نہیں لگا تھا جتنا یہ اب لگ رہا ہے۔''

''شاید اب آپ عقل مند ہو گئے ہیں۔'' کیتھی نے بیلوں کے جھنڈ میں سے سر نکال کر کہا

ہمارے گاؤں کو ناپسند کرنے کی کوئی ایک وجہ تو بتائیں مسٹر آسکر؟ انگوروں سے بھری ٹوکری لے کر ایوا سامنے آ کر پوچھنے لگی۔ مسز فلورا اور ماریہ بھی اپنا ہاتھ روک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے باری باری چاروں خواتین کو دیکھا۔ ناپسند کرنے کی وجہ تو اب یاد نہیں لیکن پسند کیے جانے کی وجہ معلوم ہے۔'' ......بورشے......''

ماریہ سہم سی گئی۔ ایوا، کیتھی اور مسز فلورا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر مسز فلورا نے اپنی انگلی ہونٹوں تک لے جا کر شش کہا۔ ''اجنبی بورشے کے بارے میں بات نہیں کر سکتے۔''

میں اجنبی نہیں ہوں۔ یہ میرے گرینڈ پا کا گاؤں ہے۔ میرا بھی گاؤں ہے۔

''غیر شائستہ اجنبی بورشے کو تماشا سمجھتے ہیں اور شائستہ اجنبی اسے محض ایک نمائش قرار دیتے ہیں۔'' انہوں نے مزید کہا

’’بورشے تماشا یا نمائش ہرگز نہیں...... یہ تو وہ ساز ہے جو روشنیاں اکٹھی کرتا ہے۔‘‘

اس دوران ماریہ انگوروں کی بیل میں گم ہوگئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اس نے برا منایا ہے۔ اسے نہیں بتانا چاہیے تھا۔ اس نے غلط کیا وہ جان گیا۔ وہ اپنی ٹوکری لیے لیے ماریہ کو انگوروں کے پتوں کو ہاتھ سے پڑے کرتے ڈھونڈنے لگا لیکن نہیں ڈھونڈ سکا۔ جب بیلیں اسے الجھانے میں کامیاب ہوگئیں تو اس نے اتفاق سے ماریہ کو بیل سے نکل کر باہر جاتے دیکھ لیا۔ وہ سخت ناراض تھی‘ اس کی ناراضی اس کے ہیٹ کے گلابی ربن کے ارتعاش سے ظاہر تھی۔ اس کی کمر کا بے ضرر خم‘ کچھ نمایاں سا ہو گیا تھا۔

جب سب نے مل کر انگوروں کا رس نکالا اور ایوا اور کیتھی نے مل کر انگوروں کے خوشوں کو اپنی اپنی ہیٹ پر ٹکا لیا تب بھی ماریہ نے اس سے بات نہیں کی۔ بلکہ وہ اٹھی اور اپنی ٹوکری لے کر غائب ہوگئی۔ وہ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کا پیچھا کرنے لگا لیکن وہ اسے نہیں ملی۔

’’گاؤں والے ٹھیک کرتے ہیں وہ اجنبیوں کو اپنے رازوں میں شریک نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں بڑے شہروں سے آنے والے گاؤں کے رازوں کو چھوٹا سمجھ کر بے نقاب کر دیں گے۔‘‘

رات کو کھانا کھانے کے بعد اس نے جان کو پھر سے اپنے پاس بیٹھا لیا۔ ’’جب ماریہ ننھی سی بچی تھی اور بورشے بجاتی تھی تو تمہیں کیسا لگتا تھا۔‘‘

جان نے چونک کر آسکر کو دیکھا۔ ’’آپ کا بستر ٹھیک کر دوں یا آپ کام کریں گے؟

نہ مجھے کام کرنا ہے نہ سونا ہے۔ برائے مہربانی جان! میری بات کو ٹالو مت، ایسے نظر انداز نہ کرو۔

جان نے گہرا سانس لیا۔ ماریہ ایک بہت پیاری بچی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ اسے کوئی نقصان پہنچے۔

میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔

ایک بار سرکس کے کچھ لوگ اسے ڈھونڈتے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ ان کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی۔

اوہ جان! میں وعدہ کرتا ہوں اسے راز ہی رکھوں گا۔

جان نے پھر سے گہرا سانس لیا۔ وہ ابھی بھی بتانا نہیں چاہتا تھا۔ ’’مجھے نیند آ رہی...... مجھے صبح جلدی اٹھنا ہوگا......

بورشے سے نکلی پہلی دھن کے لیے...... خدا کے لیے جان......

’’ہم سب کے لیے یہ معمول کی بات تھی کہ وہ بہت اچھا بورشے بجانے لگی ہے۔ اکثر شام کو بجاتی تھی۔ چند جگنو بھی آنے لگے تھے۔ سر شام اس کا بورشے سننے کی ہمیں عادت ہو چکی تھی...... بس...... ایک رات اس نے اتنے زیادہ جگنو اکٹھے کر لیے کہ ہم سب حیران رہ گئے۔ مسٹر ولسن نے اسے منع کر دیا اور ٹھیک ہی کیا۔‘‘

ٹھیک ہے جان! تمہارا شکریہ......

جس وقت جان رات کے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں جا رہا تھا ٹھیک اسی وقت آسکر اپنے کمرے کی کھڑکی سے

باہر کود کر ماریہ کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ ماریہ کے گھر کی باڑھ پھلانگ کر وہ اس کے کمرے کی کھڑکی کو ہاتھ سے بجانے لگا۔ کھڑکی فوراً کھل گئی اور اس نے غصے سے سر باہر نکالا۔

''انکل جاگ جائیں گے۔ مسٹر آسکر آپ کو یہ سب نہیں کرنا چاہیے۔ آپ میری زندگی مشکل کر رہے ہیں۔''

مس ماریہ میں معافی مانگنے آیا ہوں...... آپ میری شرمندگی میں اضافہ کر رہی ہیں......

آج کی رات اس دنیا کی آخری رات نہیں ہے، آپ کل صبح تک انتظار کر سکتے تھے۔

لیکن جگنو صبح تک انتظار نہیں کریں گے...... میں شدت سے بورشے سننا چاہتا ہوں۔

بورشے آپ کا ملازم نہیں ہے جو آپ کے ہاتھ کی تالی پر بجے گا......

بورشے میری دوست کا ساز ہے جو میری درخواست پر ضرور بجے گا......

کھڑکی کے پٹ سختی سے بند کر دیئے گئے۔ سختی سے ہی ان پر دوبارہ دستک دی گئی۔

''میں سونا چاہتی ہوں......

میں بورشے سننا چاہتا ہوں ورنہ صبح تک یہاں کھڑا رہنا چاہتا ہوں۔'' دونوں ہاتھ سینے سے نیچے مودب باندھ کر آسکر نے کندھے اُچکا دیئے۔ جبکہ کھڑکی کو پھر سے بند کر دیا گیا۔

''میں شرمندہ ہوں۔'' کھڑکی پر دستک دے کر اس نے پھر سے کہا۔

کھڑکی کھلی اور بورشے والا ہاتھ باہر آیا۔ ''یہ لیں اور جا کر بجا لیں۔'' کھڑکی بند ہو گئی۔

بورشے کو ہاتھ میں لے کر وہ مسکرانے لگا اور ٹہلتے ٹہلتے بجانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے بورشے سے کچھ ایسے ساز نکالے کہ باڑے کی رکھوالی کرتے کتے زور زور سے بھونکنے لگے۔ رات کا پہلا پہر بیت گیا اور وہ دیر تک ادھر ادھر ٹہل کر کتوں کو اور زیادہ زور سے بھونکنے پر مجبور کرتا رہا۔ پھر کھڑکی کے راستے ہی کمرے میں واپس آ کر بورشے کو تکیے کے نیچے رکھ کر سو گیا۔

آسکر دی ہیگ سفید بستر میں دھنسا سو رہا ہے اور یہ بھول رہا ہے کہ وہ یہاں ایک عظیم مصور بننے آیا تھا۔ اسے کچھ شاہکار تصویریں بنانی تھیں۔ تصور تخلیق کرنا تھا' خیال میں کمال کرنا تھا۔ لیکن اب وہ بورشے کو تکیے کے نیچے رکھے سو رہا ہے۔ اس کے رنگ اور کینوس اور سب برشز اسے دیکھ رہے ہیں اور وہ سو رہا ہے......

پہلے سے میٹھی نیند...... میٹھی سے میٹھی تر نیند......

◆ ◆ ◆ ◆

اگلی صبح وہ اٹھا ہی تھا کہ جان اس کے پاس آ گیا۔ ''ماریہ کافی دیر تک انتظار کرتی رہی...... وہ صبح سے پانچ چھ بار آ چکی ہے''۔

آنکھیں مسلتے اس کے ہاتھ رک گئے۔ ''ماریہ کی صبح کب ہوتی ہے جان جو وہ اتنی سی صبح میں بھی پانچ چھ بار آ چکی ہے؟

''وہ کافی پریشان اور بے چین تھی۔''

تبدیلی کے لیے کبھی کبھی پریشان ہو جانا چاہیے، اس سے نعمتوں کی قدر بڑھ جاتی ہے۔''

وہ جانتا تھا وہ کیوں پریشان اور بے چین ہے۔ کمرے میں واپس آ کر اس نے اس کا بورشے چھپا دیا۔ تیار ہو کر وہ ٹہلنے کے لیے باہر آیا تو اسے دور سے ماریہ اپنی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ جبکہ اسے دیکھتے ہی آسکر نے اپنا رخ بدل لیا اور کسی دوسری سمت تیزی سے جانے لگا۔ اپنے پیچھے اسے ماریہ کی آوازیں آ رہی تھیں وہ اسے رک جانے کے لیے کہہ رہی تھی۔ آسکر نے اپنی رفتار تیز کر لی۔ اسے ماریہ اپنے پیچھے بھاگتی ہوئی محسوس ہوئی۔ بے اختیار اس نے اپنی مسکراہٹ کو روکا۔

بورشے...... بورشے...... بورشے......

مسٹر آسکر! میں کب سے آپ کو رک جانے کے لیے کہہ رہی ہوں۔'' پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ اس کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔ اس کی نیلی فراک اور سفید ہیٹ ہوا میں اڑ رہی تھیں۔ اس کی فراک کی سامنے کی جیب جس میں بورشے نامی چیز ہمہ وقت پڑی رہتی تھی خالی خالی سی تھی۔

آہا ماریہ...... کیوں رک جانے کے لیے کہہ رہی تھی مجھے؟

میں ساری رات نہیں سو سکی...... میرا بورشے مجھے واپس کر دیں......

لیکن وہ تو تم نے مجھے خود دیا تھا......

وہ اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔ ''مجھے وہ واپس کر دیں......''

کس لیے...... وہ تو اب میرا ہے......

میں غصے میں تھی...... اب وہ مجھے واپس کر دیں......

میں نے کل رات اسے کہیں رکھا اور بھول گیا۔ جیسے ہی مجھے یاد آئے گا کہ کہاں، میں دے دوں گا۔

ایسا نہیں ہو سکتا...... بورشے رکھ کر بھولی جانے والی چیز نہیں ہے......'' غصہ اسے کے گالوں پر کھل کھل گیا

بورشے سن کر بھول جانے والی چیز بھی نہیں ہے مس ماریہ۔ اگر کوئی مجھے آج رات بورشے سنا دے تو شاید مجھے یاد آ جائے کہ وہ کہاں رکھا ہے۔'' اس نے کندھے جھٹک کر کہا

غصے سے ماریہ کے گال اور سرخ ہو گئے اور وہ تیزی سے جانے کے لیے پلٹی۔ آسکر کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ وہ تقریباً بھاگ رہی تھی۔ آسکر بھی اس کے پیچھے بھاگا کیونکہ وہ اسی کے گھر کی طرف جا رہی تھی۔

جس وقت وہ گھر پہنچا وہ اس کے کمرے میں تندہی سے بورشے ڈھونڈنے میں مصروف تھی۔ جان اسے باز رکھنے میں بری طرح سے ہلکان ہو چکا تھا لیکن وہ باز نہیں آ رہی تھی۔ وہ کمرے کے دروازے میں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا ہو گیا۔ بورشے فی الحال اسے نہیں مل سکتا تھا کیونکہ وہ دیوار پر ٹنگی تصویر کے پیچھے تھا۔ اس تصویر کی طرف ماریہ دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔

انکل جان مجھے میرا بورشے چاہیے۔'' کمرے کو تہہ و بالا کرنے کے بعد اسے خیال آیا کہ انکل جان سے پوچھ لینا چاہیے۔

بورشے……؟ جان نے پہلے اس کی طرف پھر آسکر کی طرف دیکھا۔ آسکر نے تو فورا لاعلمی سے کندھے اچکا دیئے۔

ماریہ تم تو کسی کو بورشے کو ہاتھ نہیں لگانے دیتی، تو پھر وہ یہاں کیسے آ گیا؟

ماریہ نے ایک تیز نظر آسکر پر ڈالی اور انکل جان کو یہ بتا نہ سکی کہ وہ اس نے خود ہی اسے دیا تھا۔ وہ پھر سے کمرے پر نظر دوڑانے لگی اور اس بار اس کی نظر میز پر رکھے ہوئے ان چند ڈبوں تک گئی جن میں رنگ تھے۔ جتنی تیزی سے اس نے ان ڈبوں کو کھولا اتنی ہی تیزی اور فراغت سے وہ ڈبے اپنے رنگ سمیت اس پر اچھلے۔ اور وہ کھڑی کھڑی……سبز……نیلی……سرخ……ہو گئی……اس کی سوتی فراک پر کچھ غیر ارادہ تصویریں ابھر آئیں اور اس کا بورشے تصویر کے پیچھے خاموشی سے چھپا اس تصویر کشی پر آنکھیں پٹ پٹانے لگا اور پھر وہ تینوں ایک ہی وقت میں ہنس دیے۔

جان……بورشے……اور آسکر……

◆ ◆ ◆ ◆

انکل ولسن دیکھ رہے تھے کہ ماریہ کس قدر بے چین ہو رہی ہے۔ وہ کبھی یہاں بیٹھتی کبھی وہاں۔ کچھ دیر پہلے وہ ان کے سامنے کتاب لے کر بیٹھی تھی، پھر وہ کتاب چھوڑ کر پیانو بجانے لگی تھی۔ اس نے پیانو کو اس انداز میں بجایا کہ ایوا کی فراک کے لیے پھول کاڑھتے آنٹ کے ہاتھ سہم کر تھم گئے۔ ''ماریہ ڈیئر……تم یہ تکلیف نہ کرو……مجھے پیانو سے پیار ہے……میں اسے پیارا ہی رہنے دینا چاہتی ہوں۔''

انکل ولسن بے ساختہ ہنس دیئے۔ ''لیڈی ماریہ اگر یہ پیانو ایسے ہی بجتا رہا تو امید ہے حکومت اس کے استعمال پر پابندی لگا دے گی۔''

ماریہ ان سنی کرتے ہوئے پیانو بجاتی رہی۔ ایوا اور کیتھی اپنی ہنسی دبائے اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں۔ بورشے نہیں ملا؟

نہیں……اس نے غصے سے کہا

مسٹر آسکر ہمارے گاؤں میں مہمان ہیں ماریہ' تمہیں انہیں معاف کر دینا چاہیے تھا۔

ماریہ نے اور تیزی سے پیانو پر انگلیاں مارنی شروع کر دیں کہ آنٹ تو اٹھ کر باہر ہی چلی گئیں اور انکل ولسن نے خود کو اس صورتحال سے لطف اندوز ہونے دیا۔ شام گزر گئی اور رات آ گئی۔ ایوا سے اپنی مسکراہٹ چھپائے رکھنا مشکل ہو گیا تو رات کا کھانا کھاتے اس نے میز کے نیچے سے ہاتھ لے جا کر ماریہ کے ہاتھ میں آسکر کا دیا رقعہ دیا۔

''بورشے: ملنے کا پتا……جنگل……وقت: رات۔''

انکار کی صورت: میں' میرا گھوڑا' بورشے' اور آئرلینڈ……

ماریہ نے رقعے کو مٹھی میں بھینچ لیا۔ بورشے: ملنے کا پتا ''مردہ لاش'' وقت: رات

دونوں مٹھوں کو بھینچے ہوئے وہ تیز تیز جنگل کی طرف جا رہی تھی۔ غصے کی زیادتی نے اسے دو بار الجھا کر گرا دینا چاہا تھا لیکن وہ اپنا غصہ کم نہیں کر سکی تھی۔ جب وہ جنگل میں اس جگہ پہنچ گئی جہاں وہ کھڑی ہو کر بورشے بجایا کرتی تھی تو اسے وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ کچھ دیر

تک وہ انتظار کرتی رہی پھر گھر جانے کے لیے واپس پلٹی اور ایک درخت' او ہ مسٹر آسکر سے ٹکرا گئی۔

مجھے انتظار کرنے کی عادت نہیں ہے...... میرا بورشے کہاں ہے؟

مجھے انتظار کی عادت ہے...... میرے جگنو کہاں ہیں؟

ماریہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ ''تمہارے جگنو؟ وہ میرے جگنو ہیں سمجھے۔ صرف میرے ہیں وہ۔ تم ساری عمر بھی لگا دو تو دو جگنو نہیں لا سکتے۔''

آسکر ہنس دیا۔ ''میں تمہاری آنکھوں کے جگنوؤں کی بات کر رہا ہوں، آج ان میں جنگوؤں کی جگہ چنگاریاں کیوں ہیں؟

مجھے بورشے واپس چاہیے......

مجھے جگنو......

وہ غصے سے پیر پٹختی واپس جانے لگی کہ پیچھے سے اسے بورشے بجنے کی آواز آئی۔ وہ بے اختیار پلٹی اور پھر بے ساختہ مسکرا دی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ بورشے کو اتنے بھونڈے طریقے سے بھی بجایا جا سکتا ہے۔ آسکر منہ بورشے سے لگائے ٹھیک اسی کے انداز کی نقل کرتے ہوئے بجا رہا تھا۔ اسی کی طرح گھوم رہا تھا' اسی کی طرح اپنی غیر حاضر فراک کو لہرا رہا تھا' ہیٹ کو بلند کر رہا تھا۔ ماریہ مسکراتے مسکراتے قہقہے لگانے لگی۔ پھر جب جنگل سے جھینگروں کی آوازیں بلند ہونے لگی تو وہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئی۔

''میں اسے کبھی بھی نہیں بجا سکتا ماریہ۔ اس لیے تم ایک بار پھر سے میرے لیے اسے بجا دو......'' وہ اس کے قریب آیا اور بورشے کو اس کے آگے کیا۔

اسے ہر وہ انسان بجا سکتا ہے جو روشنی کو پانا چاہتا ہے......

آسکر نے نا سمجھی سے اسے دیکھا اور مسکرا دیا۔ ''تمہیں فلسفیوں جیسی باتیں نہیں کرنی چاہیے۔''

انکل ولسن کہتے ہیں روشنی ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو ہماری زندگی میں بہار کو قائم رکھتی ہیں۔''

آسکر نے سر ہلا دیا۔ ''میں بھی اپنی زندگی میں بہار کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہتا ہوں لیکن میں جانتا ہوں میں بورشے کبھی نہیں بجا سکوں گا۔ لائٹ بگ تو نہیں لیکن رئیل بگ ضرور مجھے کاٹ کھائیں گے۔''

آج میں ایک نئی دھن بجاتی ہوں۔

کیا آج جگنو نہیں آئیں گے......

''آئیں گے لیکن صرف تمہارے لیے......'' وہ درخت کی اوٹ میں ہو گئی اور جیسے اسٹیج پلے سے پہلے گرے ہوئے پردے کو اٹھایا جاتا ہے ایسے ہی درخت کو پیچھے کر کے وہ درمیان میں آ کر کھڑی ہو گئی اور فراک کے ایک کنارے کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر تھوڑا بلند کر لیا اور پیروں سے زیگ زیڈ بناتے' لہراتے' چلتے' بھدکتے' بورشے بجانے لگی۔ کچھ ہی دیر میں اس کے دوست آنے لگے۔ پہلے وہ شاخوں پر ہی اڑتے رہے پھر وہ نیچے آئے اور آسکر کے سر پر بیٹھنے لگے۔ کچھ ہی دیر میں آسکر وہ پہاڑ بن گیا جس پر جگنو بسیرا کیے ہوئے تھے۔ ماریہ اس

کے گرد گھومتے' بورشے بجاتے اسے ہاتھ کے اشارے سے حرکت نہ کرنے کا کہہ رہی تھی۔ ایک بھی جگنو ماریہ کی سمت نہیں بڑھا تھا۔ سب جگنو آسکر پر ڈھیر ہو گئے تھے۔ اور وہ کسی مجسمے کی طرح ساکت کھڑا تھا۔ ماریہ کی دبی دبی شرارتی مسکراہٹ کو وہ آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ وہ جان گیا کہ ماریہ اس سے بورشے کو چھین لینے کا بدلہ لے رہی ہے۔

اس کے ایسے معصومانہ انتقام پر وہ سر کو خم دے کر رہ گیا اور ترچھی آنکھوں سے اسے فراک کا کونا ہاتھ میں پکڑ کر لہراتے دیکھتا رہا ۔ جب ایک آخری جگنو بھی آسکر کی ناک پر آ کر بیٹھ گیا تو......

گڈ نائٹ مسٹر لائٹ بگ۔'' ہاتھ لہرا کر وہ بھاگ گئی۔

مسٹر لائٹ بگ' جنگل میں سارے بگوں شگوں کو اپنے ساتھ لپیٹے کھڑا رہا۔ اور وہ مسکراتے رہے...... مسکراتے رہے...... بھلا کون......

جگنو...... جنگل...... اور آسکر......

* * * *

مسٹر بروک البرٹ خود تو نہیں آئے تھے لیکن روز اور جوزفین اپنی لاڈلی دوست ازابیلا کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے آ چکی تھیں۔

آپ نے ہمیں یاد نہیں کیا؟ روزا اس سے شکایت کر رہی تھی

یہ بھی کوئی کرنے کا کام ہے......'' وہ اپنی چھوٹی بہن کے گال کی چٹکی بھرے بنا نہیں رہ سکا

''تو یہ ہے وہ گاؤں جسے ہمیں سزا دینے کے لیے تم نے چنا آسکر۔'' اس کا جائزہ لینے کے بعد جوزفین نے کہا

''اگر یہ گاؤں سزا ہے تو میں اس سزا کو طویل کرنا چاہوں گا۔''

''آپ بات کو اپنے حق میں کرنا جانتے ہیں مسٹر آسکر۔'' ازابیلا دستانوں میں لپٹی اپنی نازک انگلیوں کو منہ پر رکھ کر ہنس دی

ہم یہاں دو دن آرام کریں گے پھر آپ ہمارے ساتھ جائیں گے۔'' روزا نے اپنی بچکانہ سی آواز کو حکمیہ بنا کر کہا۔

آسکر ہنس دیا۔ ''میں نے ایک بھی پینٹنگ نہیں بنائی روزا۔''

اتنے دنوں سے آپ نے ایک بھی پینٹنگ نہیں بنائی؟ پاپا ٹھیک کہتے ہیں آپ صرف خواب دیکھتے ہیں' جبکہ آپ ان کی تعبیر حاصل نہیں کر سکتے۔''

خلاف معمول آسکر نے اس طنز کو خوش دلی سے سنا اور جواب میں مسکرانے لگا۔ جوزفین نے غور سے دیکھا جس کا خون اتنا گرم رہتا تھا کہ وہ پاپا کی ایسی باتوں کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

''جگہ کی تبدیلی نے تم پر اچھے اثرات مرتب کیے ہیں آسکر...... تم مسکرائے جا رہے ہو۔'' جوزفین کہے بنا رہ نہیں سکی۔

شام کو وہ چاروں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر گاؤں دیکھتے رہے۔ روزا اور جوزفین کی تو گاؤں کے بارے میں ابھی بھی وہی رائے تھی لیکن ازابیلا کو گاؤں کافی اچھا لگا۔ ویسے بھی اسے ہر وہ چیز اچھی لگتی تھی جو آسکر کو لگتی تھی۔ آسکر جس جس طرف دیکھ رہا تھا وہ بھی اسی

طرف دیکھ رہی تھی۔

راستے میں انہیں ایوا، کیتھی اور ماریہ ملیں تو وہ فورا گھوڑے سے کود کر ان کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی گھوڑے سے کودنے میں ایسی تیزی اور ان تینوں کے ہاتھوں کو آنکھوں تک لے جانے میں اتنی عجلت نمایاں تھی کہ جوزفین نے سختی سے لگام کو پکڑا اور ازابیلا نے ایک نظر ان تینوں کو دیکھ کر اپنی مسکراہٹ کو مدھم کر لیا۔ روزا بھی فورا آسکر کے پیچھے گھوڑے سے اتر گئی اور ان تینوں سے تعارف حاصل کرنے لگی۔ جوزفین اور ازابیلا نے کچھ وقت لیا تعارف کی تکمیل میں۔ ایوا نے انہیں گھر چائے کی دعوت دی جو روزا نے فورا قبول کر لی۔

گھر واپسی پر جوزفین پرسوچ انداز سے آسکر کو دیکھتی رہی جبکہ ازابیلا کچھ بے چین سی رہی۔ دونوں ہی شام سے کوئی دس بار بہانے سے کہہ چکی تھیں کہ انہیں واپس چلے جانا چاہیے۔ فلاں رقص اور فلاں گھڑ دوڑ کا دن قریب آنے ہی والا ہے لیکن آسکر نے واپسی میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ اس نے انہیں وہاں رکنے پر مجبور بھی نہیں کیا۔

* * * *

آسکر جانے کے لیے تیار نہیں تھا تو وہ بھی تیار نہیں ہوئیں۔ روزا کا البتہ بہت دل لگ گیا تھا۔ وہ ایوا اور کیتھی کے ساتھ گاؤں میں گھومتی رہتی تھی۔ انہی کے ساتھ اس نے قریبی قصبے میں ہونے والی تقریبات میں حصہ لیا تھا۔ ویسے بھی روزا ہر اس چیز کو پسند کرتی تھی جسے آسکر کرتا تھا۔ ماں کی موت کے بعد آسکر اور روزا دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے تھے۔ جوزفین کی البتہ اپنی پسند و پسند تھی۔ اسے نشست و برخاست اور لباس کی بہت فکر رہا کرتی تھی۔ زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی وہ بہت نازک مزاج ہوتی جا رہی تھی۔

ایک دن وہ اور ماریہ اپنے اپنے گھوڑوں پر قریبی گاؤں سیر کرنے جا رہے تھے کہ جوزفین نے آسکر کو اتنے ناگوار انداز سے آواز دے کر رک جانے کے لیے کہا کہ آسکر اسے نظر انداز نہیں کر سکا۔ واپسی پر وہ جوزفین سے بات کیے بنا نہیں رہ سکا۔

ماریہ میری دوست ہے اور میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اس کے سامنے ایسے سخت انداز میں بات کی جائے۔‘‘

میں نے تم سے صرف یہ پوچھا تھا کہ تمہاری واپسی کب تک ہو گی۔

اگر یہی پوچھا ہوتا تو مجھے برا نہ لگتا جوزفین۔ رنگ سبھی اچھے ہوتے ہیں، برا تو انہیں غلط اسٹروک کر دیتے ہیں۔‘‘

جوزفین خاموش ہو گئی۔ ’’تم کب واپس جانا چاہتے ہو......‘‘

میں نے ابھی طے نہیں کیا۔

تم جانتے ہو کہ روزا تمہارے بغیر نہیں رہتی۔ اس کے سب ٹیوٹرز یہاں تو اسے سبق دینے نہیں آئیں گے نا......

آسکر نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلایا۔ ’’تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ تم لوگوں کو اب لوٹ جانا چاہیے۔‘‘

جوزفین نے بے یقینی سے آسکر کو دیکھا۔ ’’کیا تم ہمیشہ یہاں رہنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا نا جوزفین میں نے ابھی کچھ طے نہیں کیا۔‘‘

اگلے دن روزا اس سے ضد کر رہی تھی کہ اب انہیں واپس چلنا چاہیے۔ وہ روزا کی بات کم ہی ٹالا کرتا تھا۔

تمہیں یہ جگہ پسند نہیں آئی ؟

ہم یہاں پھر آ جائیں گے۔ پاپا بھی وہاں اکیلے ہیں۔ کیا تمہیں پاپا یاد نہیں آتے۔ کیا تم اپنے دوستوں کو بھی بھول چکے ہو؟

آسکر روزا کو اپنے کسی بھی جواب سے مطمئن نہیں کر سکا۔ اس تمام عرصے میں ازابیلا صبر سے انتظار کرتی رہی کہ آسکر کبھی اسے بھی اپنے ساتھ گھڑ سواری کی دعوت دے گا یا اسے اپنی کوئی آدھ ادھوری پینٹنگ ہی دکھا دے گا۔

* * * *

رات کو جب وہ باری باری اپنی دونوں بہنوں اور ازابیلا کو شب خیر کہہ چکا تو اپنے کمرے میں آ کر جنگل کی طرف دیکھنے لگا۔ جان کے کمرے کا دروازہ بھی بند ہو گیا تو وہ کھڑکی کے راستے باہر آ گیا۔ جس وقت وہ ماریہ کی کھڑکی بجا رہا تھا اس وقت جوزفین اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی اس باڑھ کو دیکھ رہی تھی جسے پھلانگ کر جاتے ہوئے اس نے آسکر کو دیکھا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ خود پر شال لپیٹے' باڑھ کے راستے کے اس پار دھیمی رفتار سے چلنے لگی۔ کچھ دور اسے آسکر اور ماریہ آگے پیچھے چلتے ہوئے دکھائی دیئے۔

جوزفین اپنے کمرے میں واپس آ گئی اور بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ اس کی پیاری دوست مس ازابیلا ایک بے حد خوبصورت اور شائستہ لڑکی ہیں۔ کیا ایسی لڑکی کی موجودگی میں گاؤں کی کسی لڑکی کی ضرورت رہتی ہے۔ جوزفین اس وقت تک نہیں سوئی جب تک اس نے آسکر کو واپس آتے ہوئے نہیں دیکھ لیا۔ اگلے دن صبح اس کے بہت شور مچانے پر بھی آسکر ان کے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ وہ کسی صورت مان ہی نہیں رہا تھا۔

جوزفین کو ازابیلا کو اپنے راز میں شریک کرنا پڑا' اور اگلی بار رات کو جب آسکر کھڑکی کے راستے باہر نکلا تو جوزفین اور ازابیلا بھی اس کے پیچھے جانے لگیں۔ لیکن جنگل کے اندر دونوں نے راستہ گم کر دیا' اندھیرے میں انہیں کچھ دکھائی نہیں دیا۔ کچھ جنگل کا خوف بھی طاری ہوا اور وہ واپس آ گئیں۔

روزا اور ماریہ کی کافی دوستی ہو چکی تھی۔ روزا ماریہ کے ساتھ کافی وقت گزارنے لگی تھی۔ ایک رات آسکر کے ساتھ روزا بھی جانے لگی تو جوزفین کی حیرت کی حد نہیں رہی۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ وہ ازابیلا سے پوچھ رہی تھی۔ روزا' آسکر اور ماریہ کا ایک ساتھ جنگل جانا نظر انداز کیے جانے والی بات نہیں تھی۔

* *

روزا کی آنکھوں پر پٹی تھی اور وہ آسکر کے ساتھ کھڑی' ایک ایسے ساز کو سن رہی تھی جو اس نے آج سے پہلے نہیں سنا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اس ساز سے لطف اندوز ہوتی رہی پھر آسکر نے غیر محسوس انداز سے اس کی آنکھوں پر سے پٹی ہٹا دی اور روزا دم بخود رہ گئی۔

ماریہ......تم...... یہ سب...... یہ......اوہ! میرے خدا......کیا یہ کوئی جادو ہے......کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں......''

کچھ دیر دم بخود کھڑے رہنے کے بعد وہ ماریہ کے ساتھ اس کے جگنوؤں کے دائرے میں گھس گئی اور خوشی سے بے قابو سی ہو

گئی۔ روزا کچھ ایسے دلفریبانہ انداز سے خوش ہو رہی تھی کہ ماریہ کو ایسے لگنے لگا تھا کہ بور شے کو بجا کر اس نے حقیقی خوشی حاصل کر لی ہے۔ پھر جب روزا محبت سے ماریہ سے لپٹ گئی تو ماریہ جذباتی ہو گئی اور وہ بھی روزا سے لپٹ گئی۔ دونوں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

کچھ دور چھپ کر کھڑیں جوزفین اور ازابیلا کے لیے اس منظر کی تاب لانا تھوڑا مشکل ہو رہا تھا۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ دونوں نے الجھ کر ایک دوسرے کو دیکھا اور انہیں سمجھ نہیں آئی کہ اس سارے منظر کو کیا نام دیں۔

گھر واپسی تک وہ شدید الجھن کا شکار رہیں۔ اگلے دن وہ سرگوشیوں میں باتیں کرتی رہیں۔ روزا سے سب کچھ اگلوا لینا اتنا مشکل نہیں تھا۔ روزا صرف چودہ سال کی تھی، اور اپنی عمر سے بھی زیادہ معصوم بلکہ بے وقوف سی تھی۔ اس نے بہت آرام سے جوزفین کو سب بتا دیا اور پھر کہہ دیا کہ یہ بات کسی اور کو معلوم نہیں ہونی چاہیے۔

یہ بات کسی اور کو ہرگز معلوم نہیں ہوگی روزا۔'' وہ دونوں ہنس دیں

پھر ایک رات جب روزا اور آسکر بور شے سے لطف اندوز ہو رہے تھے تو وہ دونوں بھی ان کے سر پر پہنچ گئیں۔ ماریہ بری طرح سے گھبرا گئی اور اس نے خائف نظروں سے آسکر کو دیکھا کہ تم نے سب کو بتا دیا۔

''میں نے تمہیں اور روزا کو یوں رات کو اس طرف آتے دیکھا تو تمہارے پیچھے آ گئی۔'' جوزفین نے وضاحت دی

ماریہ جو خاموش کھڑی اپنے پیروں کو دیکھ رہی تھی۔ ''میں گھر جا رہی ہوں۔'' کہ کر تیزی سے وہاں سے دور ہو جانا چاہا۔

''ماریہ......رکو......کیا تمہیں ہمارا آنا برا لگا۔'' جوزفین نے جلدی سے ماریہ کے قریب جاتے ہوئے پوچھا

کیا تم ہمیں اپنا دوست نہیں سمجھتیں۔'' جوزفین نے ماریہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

ماریہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں تو یہ بھی نہیں آتا تھا کہ اسے بور شے کو آخر اتنا چھپا کر کیوں رکھنا ہے۔ وہ خود اس لکا چھپی سے نالاں تھی۔ وہ تو خود چاہتی تھی کہ ساری دنیا بور شے سے حاصل ہونے والی خوشی حاصل کر لے۔

تم حیران کن شخصیت کی مالک ہو ماریہ......تم نے مجھے مبہوت کر دیا۔'' جوزفین کے اس جملے نے ماریہ کو مسکرانے پر مجبور کر دیا اور وہ اپنی ساری سادگی، اور معصومیت سمیت جوزفین کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ کی گرفت کو محسوس کر کے خوش ہونے لگی۔

اگلا دن افراتفری کا شکار رہا۔ انہیں پاپا کے علیل ہونے کی اطلاع ملی تو وہ سب فوراً آئرلینڈ واپس جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ ایوا، کیتھی اور ماریہ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ان کی بگھی کو گاؤں کے آخری کنارے تک رخصت کرنے گئیں تھیں۔ پریشانی کے باوجود آسکر نے کھڑکی سے سر نکال کر اپنی ہیٹ کو ہاتھ میں لے کر جوش سے لہرایا اور چلا کر کہا۔

''آئرلینڈ میں بور شے کا انتظار رہے گا۔''

ماریہ کے گھنگریالے بال ہوا میں اڑنے لگے اور اس کی آنکھوں کے جگنو روشن ہو گئے۔ گھوڑے کی لگام کو جھٹکا دے کر اس نے جنگل کی طرف موڑ لیا اور اس کی فراک کی جیب میں رکھا بور شے خود بخود بجنے لگا۔

* * * *

آسکر کو آخر کار یہ معلوم ہو ہی گیا کہ مسٹر بروک ہیگ اس سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔ ان کی سختی ہی دراصل نرمی تھی۔ وہ آسکر کو اپنے بستر کے قریب بیٹھنے کے لیے کہتے اور اس سے بے معنی باتیں کرتے رہتے۔ آسکر نے ماؤتھ ارگن بجانے کی کوشش کرنی چاہیے تو وہ ہنس دیئے۔

اس ساز کو چھوڑ دو اس کی اتنی بے عزتی نہ کرو آسکر......''

آسکر کھلکھلا کر ہنس دیا۔

تمہیں میری اب کوئی بات بری نہیں لگتی آسکر۔ تمہارے کان سرخ نہیں ہوتے' اور تم پیر پٹخ کر بھی نہیں چلتے۔ تمہارا اب دنیا کو بھاڑ میں جھونک دینے کا ارادہ بھی نہیں رہا اور کھلی آنکھوں سے تم نے تصورات کی دنیا میں رہنا بھی چھوڑ دیا ہے۔''

''کیا میں یہ سب کرتا رہا ہوں؟

نقاہت کے باوجود وہ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔ ''اوہ آسکر......تمہیں کیا ہو گیا......''

میں نے پرسکون رہنا سیکھ لیا ہے......

گاؤں کے لوگوں سے مل کر تمہیں کیسا لگا؟

وہ سب بہت اچھے ہیں۔ گرینڈ پا اسی لیے وہاں بار بار جایا کرتے تھے۔ وہ ٹھیک کہا کرتے تھے' ساری دنیا سے زندگی کہیں کھو جائے تو اسے کسی گاؤں میں جا کر ڈھونڈ لینا چاہیے۔

ہاہاہا......تمہیں ایسی باتیں بھی یاد آنے لگی ہیں آسکر......کیا تمہیں وہاں کوئی بورشے ملا؟

آسکر نے چونک کر انہیں دیکھا۔ ''بورشے......آپ اسے کیسے جانتے ہیں......کیا روزا نے بتایا؟

میں جانتا تو تھا لیکن اب تک بھول چکا تھا......تمہیں دیکھ کر پھر سے یاد آ گیا۔''

مجھے دیکھ کر آپ کو بورشے کیسے یاد آ سکتا ہے؟

آ سکتا ہے......تم نہیں سمجھو گے......تمہارے دادا کے ساتھ آخری بار جب میں وہاں گیا تھا تو وہاں مجھے ایک پیاری سی لڑکی کے پاس لے گئے تھے جو سرِ شام سبز گھاس پر بیٹھ کر بورشے بجایا کرتی تھی۔ تمہارے دادا اکثر کہا کرتے تھے جس شام وہ بورشے نہیں سنتے انہیں میٹھی نیند نہیں آتی۔''

آسکر حیرت سے پاپا کو دیکھنے لگا۔ ''بورشے سن کر بھول جانے والی چیز تو نہیں ہے۔ آپ نے اسے دوبارہ کیوں نہیں سننا چاہا؟

''شاید میں یہ چاہتا تھا کہ اسے تم سن لو۔''

آسکر مسکرا دیا۔ ''میں نے ایسا ساز کبھی نہیں سنا۔ اس کی دھنیں آفاقی ہیں۔''

مجھے ایسے ہی کسی جملے کی توقع تھی آسکر۔'' ان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ''تم اپنے دوستوں کو آئر لینڈ آنے کی دعوت کیوں نہیں دیتے۔''

آسکر نے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر اچھل پڑنے والے انداز سے کھڑا ہو گیا۔ ''یہ خیال مجھے کیوں نہیں آیا۔''

بعض معاملات میں تم حد سے زیادہ نالائق ہو۔''

''ٹھیک کہا آپ نے۔ میں تو کافی سے زیادہ نالائق ہوں۔''

* * *

ماریہ اپنی دونوں چچا زاد بہنوں ایوا اور کیتھی کے ساتھ آئر لینڈ اپنی ایک رشتے دار خاتون کے ساتھ آئی تھیں جو آئر لینڈ میں ہی رہتی تھیں۔ ان دونوں کا کچھ عرصہ آنٹ ایلی کے ساتھ آئر لینڈ میں ہی رہنے کا ارادہ تھا۔

کیا تم بورشے لائی ہو؟ اپنا ہاتھ آگے کر کے' اس کا ہاتھ تھام کر اسے بگھی سے اترنے میں مدد دیتے ہوئے آسکر نے پہلا سوال یہی کیا تھا۔ ماریہ نے جواب دینے سے پہلے سر اٹھا کر اس کے گھر کو دیکھا اور پھر آسکر کو۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ روزا اتنے بڑے گھر میں رہتی ہو گی۔'' آسکر کے نام کی بجائے اسے روزا کا نام لینا پڑا

آسکر نے گھر پر ایک سرسری نظر ڈالی جیسے دیکھنا چاہا کہ کیا واقعی اس کا گھر ایسا ہی بڑا ہے کہ پہلا سوال اسی کے بارے میں کیا جائے۔

گاؤں کے معمول کے لباس کی نسبت اس نے نسبتاً جدید فیشن کی ہلکے سبز رنگ کی فراک پہنی تھی۔ اس کی ہیٹ کے کنارے لگی جالی اس کی ایک آنکھ کے کنارے کو چھپا رہی تھی۔ گھنگھریالے بالوں کے کچھ کنڈل اس کی پیشانی اور کان کی لو کے آس پاس موجود تھے۔

جس وقت ماریہ آسکر کے ساتھ بیرونی سڑھیاں چڑھتی گھر کے اندر داخل ہو رہی تھی اس وقت آسکر نے ماریہ کے تاثرات کو خوفزدہ سا پایا۔ راہداری کی ایک کے بعد ایک قد آدم کھڑکی کے پاس سے گزرتے جہاں سے باغ کا منظر دکھائی دیتا وہ ایک لمحے کے لیے سہم سی گئی اور اس نے راہداری میں لگی تصویروں' پردوں' اور فانوس کو دیکھا۔ کچھ دیر پہلے بگھی کی کھڑکی کے اس طرف دکھائی دینے والے اس کے بے ساختہ ہنستے مسکراتے چہرے کی چمک اب معدوم ہونے لگی تھی۔ کیا گھر کی آرائش اس پر وحشت طاری کر رہی تھی۔ چلتے چلتے وہ آسکر سے دو قدم پیچھے رہ گئی اور آسکر کو رک کر اسے دیکھنا پڑا۔

''کیا ہوا ماریہ...... کیا تمہیں میرا گھر پسند نہیں آیا؟

ماریہ گھبرا کر اپنا ہیٹ درست کرنے لگی اور جوزفین سے ملنے کے لیے آگے بڑھی جو ہال کی سیڑھیوں سے اترتے اسی کی طرف آ رہی تھی۔

''ماریہ ڈیئر...... کتنا اچھا لگا تمہیں یہاں دیکھ کر۔'' جوزفین اسے دیکھتے ہی چہچہانے لگی اور اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کے دونوں گالوں کو اپنے گالوں سے مس کرنے لگی۔

کچھ ہی دیر میں وہ مسٹر ہیگ کے سامنے بیٹھی تھی۔ مسٹر ہیگ سے پہلی ملاقات پہلی ملاقات جیسی نہیں تھی۔ یہ ایسی ملاقات تھی جو کئی ملاقاتوں کی بے تکلفی سے بھی کہیں آگے کی تھی۔ وہ ماریہ سے اس کی دلچسپی کے بارے میں پوچھتے رہے اور پھر انہوں نے سرگوشی میں

پوچھا۔

''سچ بتاؤ تمہارا ساز جگنوؤں کو کھینچ لاتا ہے یا تمہاری دعا؟''

ماریہ ہنس دی۔ ''میرے ساز میں چھپی میری دعا۔''

''تم ذہین ہو......لیکن ذہانت سے زیادہ مجھے جرات پسند ہے......''

جرات مند ہونے کے لیے کبھی کبھی خود غرض بھی ہونا پڑتا ہے۔ ایسی خوبی جو خامی کو منسلک رکھے کس کام کی۔ مجھے بورشے کو چھپا کر رکھنا پڑتا ہے اور مجھے یہ منظور ہے۔''

''اگر یہ ساز کسی مرد کے پاس ہوتا تو وہ اس وقت تک دنیا کا ہیرو بن چکا ہوتا۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ساز کے لیے جادو کا لفظ استعمال کیا گیا۔''

کیا ہیرو بننے کے لیے ہجوم کی تالیاں اور داد ضروری ہے؟ کیا ہیرو ہونا اسے ہی کہتے ہیں کہ دنیا آپ کو تسلیم کر لے؟ کیا جنگلوں اور بیابانوں میں ہیرو دم توڑ دیتے ہیں۔ میں اپنے جگنوؤں کی ملکہ ہوں' کیا مجھے کسی اور کی ضرورت ہے؟

مسٹر ہیگ اس کے جواب سے بہت خوش ہوئے۔

پاپا تم سے کیا باتیں کر رہے تھے ماریہ۔'' شام کو آسکر اسے باغ میں لے کر ٹہلنے لگا

کیا یہ ضروری ہے کہ میں ان کی کی باتیں دہراوں؟ ماریہ باغ کے فوارے کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی

میں نے تم سے پوچھا تھا کیا تم بورشے لائی ہو؟

''میں اس سے کبھی جدا نہیں رہتی۔'' اس نے اپنی پوشیدہ جیب کو تھپتپایا۔

مجھے معلوم تھا کہ تم میرے لیے بورشے ضرور لاوگی۔''

انکل ولسن نے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ میں اسے ہرگز یہاں نہیں بجاوں گی۔

انکل ولسن نے گاؤں میں بھی بجانے سے منع کیا تھا لیکن تم بجاتی تھی۔

تب انھوں نے منع کیا تھا' اب وعدہ لیا ہے۔

''تمھیں یہ ڈر کیوں ہے کہ سب تمہیں جادوگرنی کہیں گے۔ شہر کے لوگ باشعور ہیں۔''

گنوار تو گاؤں کے لوگ بھی نہیں ہیں۔'' ماریہ کو برا لگا۔

تھوڑا سا ہی سہی کچھ فرق تو ہے۔ گاؤں کے لوگوں کی زندگیوں میں مقامی رقص کے علاوہ ہے ہی کیا؟ وہ شہر کے لوگوں کی طرح اوپیرا اور تھیڑ نہیں جاتے' شکسپیئر کے مقالمات کو دم سادھے نہیں سنتے' ان کی زندگیاں جامد ہیں' وہ بہت سست آگے بڑھتے ہیں۔''

ماریہ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا'' مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم شہر اور گاؤں کے لوگوں میں فرق تلاش کرتے رہتے ہو۔ پھر تو میں بھی گنوار ہوں۔ میری زندگی بھی مقامی رقص' اور گھڑ سواری تک محدود ہے۔ شاعری اور معاشرتی اصلاحات کے فلسفے ہمارے لیے بیکار ہیں۔ نہ ہم

انقلاب لاتے ہیں نہ اس کا موجب بنتے ہیں۔ تمہیں ایک ساز سننے کے لیے گاؤں کے لوگوں کی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے۔‘‘

میں نے حقیقت بیان کی ہے……

حقیقت یہ ہے کہ شہر والوں کے لیے بورشے کسی تماشے سے بڑھ کر نہیں ہوگا‘ وہ اس سے محظوظ ہوں گے اور بس۔ بورشے کھیل تماشا نہیں ہے آسکر۔ جان لو۔ میرے لیے وہ صرف ایک ساز نہیں ہے۔‘‘

ماریہ کے لہجے نے آسکر کو غصہ دلا دیا۔ وہ ماریہ سے اس انداز میں بات کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ ’’میرا خیال تھا تم اپنے دوست کی فرمائش کو اہمیت دو گی۔‘‘

ماریہ نے باغ میں چہل قدمی منسوخ کی اور کہا ’’میرا بھی خیال تھا تم اپنے دوست ’’کو عزت‘‘ دو گے۔‘‘

وہ دور کھڑا رہ گیا اور وہ تیزی سے آگے چلی گئی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ چاروں بگھی میں بیٹھ کر واپس چلی گئیں۔

آسکر کو توقع نہیں تھی کہ اتنے لمبے انتظار کے بعد ہونے والی ملاقات ایسے ختم ہوگی۔ اسے اتنی بدمزگی کی امید نہیں تھی۔ ماریہ حساس تھی وہ یہ جان گیا تھا۔ لیکن اب وہ خود بھی غصے میں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ماریہ نے بچکانہ رویے کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ ہو جاتی ہے۔ وہ ایک لمحے میں اجنبی بن جاتی ہے۔ آسکر کو ماریہ کے اس انداز سے دکھ پہنچا تھا۔ اسے لمحے میں اجنبی بن جانے والے لوگوں سے چڑ تھی۔

روزا نے اس سے پوچھا کہ کیا ماریہ کسی بات پر ناراض ہو کر گئی ہے تو اس نے کندھے اچکا دیئے۔

’’میں نہیں جانتا اور نہ ہی مجھے پرواہ ہے۔‘‘

اس فقرے اور انداز نے جوزفین کو مسکرانے پر مجبور کر دیا۔ اگلے دن صبح جب آسکر گھر سے باہر تھا تو وہ اس کی ڈائری پڑھنے میں کامیاب ہو گئی۔ یہ ایک خراب عادت تھی لیکن جوزفین اس عادت کا شکار تھی۔ وہ روزا اور آسکر دونوں کی ڈائریاں پڑھ لیا کرتی تھی۔ یہ حرکت وہ اس مقصد کے تحت کیا کرتی تھی کہ کہیں اس کے چھوٹے بہن بھائی کسی مشکل کا شکار تو نہیں یا کسی نفسیاتی تکلیف سے تو نہیں گزر رہے۔ بہر حال خود کو ایسے فلسفوں سے تسلی دے کر جوزفین مطمئن کر لیا کرتی تھی۔

’’مجھے ماریہ کے رویے سے تکلیف پہنچی۔ اسے ایسا کیوں لگا کہ میں اسے گنوار سمجھ کر اس کا مذاق اڑا سکتا ہوں؟ اس کا کہنا ہے کہ وہ بورشے نہیں بجانا چاہتی کیونکہ انکل ولسن نے منع کیا ہے۔ لیکن شاید اسے اب مجھ پر یقین نہیں رہا۔ وہ مجھ پر اعتماد نہیں کرتی۔ اسے لگتا ہے کہ میں اس کا راز کھول دوں گا۔ وہ اپنے فن کو راز میں کیوں رکھنا چاہتی ہے۔ بورشے جیسی پیاری چیز کیا چھپا کر رکھنے والی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ بورشے ہمارے لیے صرف ایک تماشا ہے۔ وہ اپنے بورشے اور جگنوؤں کے لیے اتنی حساس ہے اور میرے لیے؟‘‘

اتنا ہی پڑھ کر جوزفین نے ڈائری بند کر دی اور ازابیلا سے ملنے چلی گئی۔ دیر تک جوزفین اور ازابیلا باتیں کرتی رہیں۔ اور پھر نئے سال کی تقریب پر ان کی باتوں نے نیا رخ اختیار کر لیا۔

* * *

ایوا دیکھ رہی تھی کہ ماریہ بہت چپ چپ سی ہے۔ اس نے یہ بھی نوٹ کیا کہ ماریہ کچھ زیادہ ہی شیشے کے سامنے آ کر اپنا جائزہ لے رہی ہے۔

ماریہ...... میں نے تمہیں کبھی اتنی دیر تک شیشہ دیکھتے ہوئے نہیں پایا۔ تم آج خود میں کیا ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہو؟

ماریہ نے ایک گہرا سانس لیا اور ایوا کی طرف رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی۔ ''کیا میں دیکھنے میں گنوار لگتی ہوں؟

ایوا کے لیے یہ سوال اور ایسے انداز میں اظہار نا قابل یقین تھا۔ اس نے ماریہ کو کبھی کسی بھی طرح کے غم یا دکھ میں مبتلا نہیں دیکھا تھا۔ وہ کبھی بھی کسی بھی طرح کے احساس کمتری کا شکار نہیں ہوئی تھی۔ وہ خوش باش رہا کرتی تھی، سوائے بورشے کے اسے کسی بات کی فکر نہیں ہوتی تھی۔ ماریہ کی ماں نے مسٹر البرٹ کو چھوڑ دیا تھا اور دوسری شادی کر لی تھی۔ وہ ماریہ کو ان کے گھر چھوڑ گئیں تو بھی ماریہ کو کوئی دکھ یا ماں سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ ماں کے خطوط کبھی کبھار آ جایا کرتے تھے اور وہ اسی پر خوش رہتی تھی۔ وہ اپنی زندگی میں ہر چیز سے مطمئن تھی۔

تم نے یہ سوال کیوں کیا ماریہ؟

ماریہ کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے۔ ''آنٹ ایلی اور سارہ کتنی شائستہ ہیں۔ ان کا لباس، ان کی نشست و برخاست، ان کے زیورات۔ یہ سب ہم سے مختلف ہیں ایوا۔ آسکر کی بہنیں مس جوزفین اور روزا بھی۔''

ماریہ تم خود کہا کرتی ہو کہ گاؤں کی زندگی اور شہر کی زندگی کتنی بھی ہم آہنگ ہونے کی کوشش کریں فرق پھر بھی رہ ہی جاتا ہے۔ اب تمہیں یہ فرق برا کیوں لگ رہا ہے؟

ماریہ نے ہونٹ سکڑے اور خاموش ہوگئی اور مرر کے سامنے سے ہٹ کر کھڑکی کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ ''ہاں فرق تو ہمیشہ رہتا ہے۔ یہ فرق نمایاں بھی تو کتنا رہتا ہے نا۔''

ایوا دیکھ رہی تھی کہ جب سے وہ آسکر کے گھر سے آئی ہے بجھی بجھی سی ہے۔ ''کیا تمہیں آسکر کے گھر جا کر اچھا نہیں لگا۔ کوئی بات ہوئی تھی وہاں؟

مسٹر بروک ہیگ کا گھر بہت عالیشان ہے...... مجھے ان کے گھر نے خوفزدہ کر دیا ایوا......''

ایوا چلتی ہوئی ماریہ کے پاس آئی اور اس کے گال کو محبت سے چھوا۔ ''تم بے وجہ پریشان ہو...... کیا مسٹر آسکر نے کچھ کہا؟

''وہ چاہتا تھا میں بورشے بجاؤں...... انکل ولسن نے مجھ سے وعدہ لیا تھا۔ آسکر کو میرا انکار کرنا برا لگا۔''

ایوا نے ہمدردی سے ماریہ کو دیکھا۔ ''کیا تم پاپا کو نہیں جانتی ماریہ...... تم جانتی ہو کہ وہ جانتے ہیں کہ تم بورشے کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ انہوں نے تمہیں بورشے سے منع کیا پھر بھی تم چھپ چھپ کر بجاتی رہی۔ تمہیں کیا لگتا ہے کیا انہیں معلوم نہیں کہ تم چھپ کر بجاتی ہو۔ تم سے وعدہ لینے کا مقصد بھی یہی تھا کہ تم اسے بجانے میں احتیاط کرو جبکہ وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ تم اسے بجائے بغیر نہیں رہو گی۔''

ماریہ اچھل پڑنے والے انداز سے کرسی سے کھڑی ہوگئی۔ اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ ''یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔''

پاپا مسکرا رہے تھے جب وہ وعدے کے لیے تمہارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رہے تھے۔

سچ میں؟ ماریہ کا چہرہ اور کھل اٹھا۔

بجائے اس کے تم سارے شہر کو جگنوؤں سے بھر دو، تمہیں آسکر کے گھر میں اسے بجا دینا چاہیے تھا۔

ماریہ مسکرانے لگی۔ ''مسٹر آسکر کو بورشے کے لیے انتظار کرنے دو۔''

آسکر کسی معجزے کی طرح ہے۔ وہ تمہیں نئے انداز سے بدل رہا ہے۔''

''معجزہ تو بہت پہلے ہو چکا تھا...... جب بورشے سے میں نے پہلی دھن کو نکالا تھا۔''

* * *

آسکر نے دو تین دن خود کو مصروف رکھنا چاہا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ رات کو تھیٹر جاتا، برج کھیلا، مچھلیوں کے شکار کے لیے گیا۔ پھر بھی اسے یہ خیال ستاتا رہا کہ ماریہ نے اس کے ساتھ اچھے رویے کا اظہار نہیں کیا۔ یہ بات اسے تکلیف دیتی رہی کہ ماریہ گاؤں سے شہر آ چکی ہے اور اب تک وہ صرف ایک بار ملے ہیں۔

''ہو سکتا ہے وہ واپس جا چکی ہو۔'' اچانک یہ خیال اس کے دل میں آیا اور وہ فوراً مسز ایلی کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا جہاں ماریہ ایوا اور کیتھی کے ساتھ قیام پزیر تھی۔ میڈ سے اسے معلوم ہوا کہ پانچوں خواتین خریداری کے لیے گئی ہیں۔

''خریداری...... کیا یہ بھی کوئی کام ہے کرنے لائق...... ماریہ کو ایسے غیر ضروری کام نہیں کرنے چاہیے۔''

بازار کی روش پر چلتے، دکانوں کے اندر جھانکتے، اس کی بے چینی اتنی نمایاں تھی کہ بہت سی خواتین اسے اچنبھے سے دیکھ کر ناک بھوں چڑھا رہی تھیں۔ خوشبویات کی دکان میں اسے گھنگریالے بالوں کی ایک لٹ نظر آئی اور وہ تیزی سے تانکا جھانکی کرتے رک گیا۔ ماریہ کی اس کی طرف پشت تھی۔ وہ خوشبو کی بوتل کو ناک تک لے جا کر بار بار سونگھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک ننھا قطرہ اپنی ہتھیلی کی پشت پر ٹپکایا اور جس وقت اپنی ہتھیلی کو ناک سے لگائے وہ خوشبو کن انداز سے ذرا سا پلٹی ٹھیک اسی وقت اس کی نظر آسکر سے ٹکرائی۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ وہیں مجسمہ سی بن گئی پھر غصے سے اپنا رخ بدل لیا۔

تین دن کے بعد بھی ناراضی سے اس کی آنکھیں وزنی ہو رہی تھیں۔ گال پھولے پھولے اور ہونٹ لٹکے ہوئے۔ جس وقت وہ دکان کے اندر آیا، اس کے قدموں کی چاپ اپنی پشت پر محسوس کر کے وہ دکاندار کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''مجھے کسی بھی خوشبو نے متاثر نہیں کیا۔ دراصل مجھے شہر کی کسی بھی چیز نے متاثر نہیں کیا۔ شاید میں گنوار ہوں اس لیے۔ کیا ہم جیسے گاؤں کے گنواروں کے لیے کوئی ایسی خوشبو ہے جسے لگانے سے شہروں کے لال بیگ ہم سے دُور رہیں۔''

لال بیگ بے ساختہ مسکرا دیا۔ چاروں دوسری خواتین اس سے آگے ہو کر ملیں جبکہ ماریہ بدستور اس سے انجان بنی کھڑی رہی۔

''شہر کے لال بیگ، گاؤں کے جگنو سے معذرت چاہتے ہیں۔'' آسکر نے تھوڑا سا آگے جھک کر اس کے کان کے قریب ہو کر سرگوشی کی۔ ماریہ ایک دم پلٹی اور اس کی آنکھیں نم سی ہو گئیں۔ آسکر نے چند خوشبوؤں کی جانچ پڑتال کی اور پھر ایک بوتل اس کے آگے کی۔

یہ خوشبو اچھی ہے...... یہ تمہیں شہر کے ان لوگوں کی یاد دلائے گی جو بورشے کو پسند کرتے ہیں اور تمہارا احترام کرتے ہیں۔''

ماریہ نے خوشبو کی ننھی بوتل اس کے ہاتھ سے لے لی اور مسکرا دی۔ ''یہ مجھے ان لوگوں کی یاد بھی دلائے گی جو صرف بورشے کو یاد کرتے ہیں۔''

آسکر کا بے ساختہ قہقہہ اثر انگیز تھا۔ ''ہوسکتا ہے بورشے اپنی یاد میں کئی دوسری یادیں رکھتا ہو۔''

جس وقت دونوں دکان سے باہر نکل کر بازار میں ٹہلنے لگے اس وقت آسکر کو محسوس ہوا کہ وہ بلاوجہ ہی بہت زیادہ مسکرا رہا ہے۔

میں آج رات تھیٹر جا رہا ہوں، تم ساتھ چلوگی؟

ماریہ نے کچھ دیر تک سوچا اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔ آج رات مجھے سارہ کے ساتھ اس کی سہیلی کے گھر جانا ہے۔ میں اس سے وعدہ کر چکی ہوں۔ وہ کھانے پر ہمارا انتظار کرے گی۔''

''نئے سال کی تقریب کے بارے میں میں ابھی سے بتا دیتا ہوں، اس تقریب میں تمہیں آنا ہے۔ جوزفین بہت اچھی منتظم ہے۔ ہر سال ہمارے گھر کی تقریب کا انتظار کیا جاتا ہے۔ وہ بہت شاندار تقریب کا انتظام کرتی ہے۔''

کیا تمہارے یہاں تقریبات کی دعوت ایسے دی جاتی ہے...... سرراہ؟

اس سے پہلے کہ تم اس دن کے لیے بھی کسی اور کی تقریب میں جانے کا وعدہ کرلو میں نے سوچا فوراً تمہیں بتا دوں اور تم سے وعدہ لے لوں۔ سرراہ ہی سہی۔''

ماریہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ اس کے آگے آگے چلتیں چاروں خواتین نے گردن موڑ کر ان دونوں کو دیکھا اور پھر سارہ نے کیتھی کے کان میں سرگوشی کی۔ ''تین دن بعد ماریہ کی ایسی ہنسی سنی ہے''

کیتھی نے ایوا کو دیکھا اور ایک دوسرے کو دیکھ مسکرانے لگیں۔ ''تیس دن بھی ہو سکتے تھے اگر آج بھی مسٹر آسکر نہ آجاتے۔''

⁂

نئے سال کی تقریب کے لیے ماریہ کافی پرجوش تھی۔ آنٹ ایلی اور ان کی بیٹی سارہ اس کی خاص مدد کر رہی تھیں۔ سارہ کی ہی پسند اور تجربے کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے اپنے لیے لباس بنوایا تھا۔ مسٹر بروک ہیگ کی طرف سے انہیں باقاعدہ مدعو کر لیا گیا تھا۔ روزا اور مس جوزفین خود مدعو کر کے گئی تھیں۔ جوزفین اور ماریہ کی اچھی دوستی ہو چکی تھی۔ بلکہ جوزفین سارا وقت ماریہ سے ہی باتیں کرتی رہی۔

تقریب سے دو دن پہلے ماریہ اپنی فراک پہن کر کئی بار دیکھ چکی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ کہیں سے بھی گنوار لگے۔ یہ ایسا خیال تھا جو اس کے دل میں راسخ ہو چکا تھا۔ اس نے سارہ سے فیشن ایبل لوگوں کی طرح بات کرنا، بیٹھنا، اور بولنا بھی سیکھ لیا تھا۔ رات کو سونے کے کمرے میں یہ سب باتیں ان کے قہقہوں کا موجب بنتیں جب سارہ فیشن زدوں کی مصنوعی ادائیں دکھا رہی ہوتی اور ماریہ انہیں نقل کرنے کی کوشش کر رہی ہوتی۔

سال کی آخری رات...... ان کے استقبال کے لیے آسکر بیرونی دروازے پر موجود تھا۔ ان کی بگھی کے رکتے ہی وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ سب سے پہلے آنٹ ایلی باہر آئیں، پھر ایوا، کیتھی اور سارہ......

کیا ماریہ نہیں آئی؟ کیتھی کے باہر نکلتے ہی اس نے بے چینی سے پوچھا

تینوں لڑکیاں جواب میں ہنس دیں۔ ماریہ اپنی فراک سنبھلتی بگھی سے باہر آئی اور اپنا ہاتھ بڑھایا تا کہ آسکر اسے تھام لے اور اسے اترنے میں مدد دے۔ آسکر اس کا ہاتھ پکڑنا بھول گیا اور ماریہ نے اسے خائف نظروں سے دیکھا۔

کیا مہمانوں کا استقبال ایسے کیا جاتا ہے۔''

آسکر مسکرادیا'' کیا میز بانوں کو ایسے حیران کیا جاتا ہے؟

ماریہ اور آسکر ایک ہی وقت میں مسکرادیئے۔ آسکر نے اس کے ہاتھ کو اپنے بازو کی گرفت میں لیا اور اسے ہال تک لایا۔ ماریہ نے خود کو حیران پایا اور گاؤں کی عام سی لڑکی ہونے کا احساس پھر سے جاگ گیا۔ ہال کی آرائش حیران کن تھی۔ ماریہ نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ جھکانا بھول گئی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ نئے سال کی تقریب کے لیے ایسے بھی اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ گاؤں میں وہ لوگ اپنے گھروں کو سجاتے تھے' ایک ساتھ کھانا کھاتے۔ موسیقی ہوتی' رقص ہوتا اور رات ختم......

آسکر اسے دیکھ رہا تھا۔'' تمہیں اچھا لگا؟

بہت...... کیا نئے سال کو ایسے بھی خوش آمدید کہا جا سکتا ہے؟

آسکر اس کے معصومانہ انداز پر اسے دیکھ کر رہ گیا۔'' کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے تمہیں کیسے خوش آمدید کہا۔'' آسکر نے عین اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ماریہ کے لیے نظریں چرا لینا ضروری ہو گیا۔

''میں آج تمہارے لیے بورشے بجاؤں گی۔ تقریب کے بعد' کسی بھی وقت۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ میرے جگنو یہاں بھی ویسا ہی رقص کرتے ہیں جیسا جنگل میں کرتے ہیں یا نہیں۔ یا انہیں شہر کی فضائیں سہا دیتی ہیں۔''

آسکر نے بے یقینی سے ماریہ کو دیکھا۔'' اور انکل ولسن؟

ماریہ کھلکھلا دی۔'' ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر انہیں سرگوشی میں بتایا جا سکتا ہے کہ ان سے کیا گیا وعدہ صرف ایک بار فراموش کیا گیا ہے۔''

ہاہاہا...... آسکر پورے دل سے ہنس دیا۔'' نئے سال کا تحفہ...... بورشے''

''یہ خوبصورت لڑکی کون ہے آسکر......'' مسٹر بروک ہیگ ماریہ کو خوش آمدید کہنے کے لیے آئے

ماریہ کا چہرہ شادمانی سے دمک اٹھا۔ ویسی ہی دمک مسٹر ہیگ نے آسکر کے چہرے پر دیکھی اور وہ دل ہی دل میں کہہ اٹھے

''اوہ...... ماریہ...... بورشے اور آسکر......''

جوزفین نے ماریہ کا تعارف مہمانوں سے کروایا۔ پھر رقص شروع ہوا۔ وہ اور آسکر کئی بار ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے۔ ماریہ جتنی خوش ہو سکتی تھی اتنی خوش تھی۔ رات پر شادمانی کا عالم گہرا ہوتا گیا۔

رقص کے اختتام پر جوزفین نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

'' آج کی رات گزری چکی ہر تقریب اور آنے والی ہر تقریب سے کہیں زیادہ یادگار ہوگی۔ موسیقی اپنی تعریف بدل دے گی، دھن اپنے ساز سے نکل کر حد کر دے گی۔ اگر ساز خوشیوں کے پیامبر ہیں تو آج کی رات یہ پیامبر کچھ نئے پیغامات دیں گے۔ ایسی دھن جسے صرف سنا ہی نہیں جائے گا بلکہ اسے دیکھ کر محظوظ بھی ہوا جائے گا۔ بورشے...... آج کی رات بورشے بجایا جائے گا...... باقی کا نظارہ راز ہے...... جو آپ پر بورشے ہی کھولے گا...... میری پیاری ماریہ بورشے بجائیں گی......''

جوزفین کے عین سامنے کھڑی ماریہ کے پیروں کے نیچے سے جیسے زمین کھسک گئی۔ اس نے بے یقینی سے آسکر کو اور پھر جوزفین کو دیکھا۔ آسکر نے جوزفین کی طرف دیکھا تو اس نے آنکھوں سے اشارہ کیا کہ بورشے کو یہاں بجا لینے میں کوئی حرج نہیں۔

ہرگز نہیں...... ماریہ نے سرگوشی کی جو آسکر نے سن لی......

پتا نہیں جوزفین کے دل میں کیا آئی کہ اس نے یہ کہا ہے۔ میں جوزفین سے بات کرتا ہوں۔

''ماریہ اتنے لوگوں میں ساز نہیں بجائے گی۔'' آسکر نے جوزفین سے کہا

کیوں نہیں آسکر...... یہ تو ایک اعزاز ہے بورشے کے لیے۔ تم جانتے ہو کہ شہر کے لوگ باشعور اور عقل مند ہیں۔''

لیکن ماریہ نہیں بجانا چاہتی۔ تمہیں اس سے پوچھ کر اعلان کرنا چاہیے تھا۔

اوہ! جوزفین نے ہونٹ سکڑ لیے...... میں اعلان کر چکی ہوں آسکر...... اب میری کتنی سبکی ہوگی۔

آسکر ماریہ کے پاس واپس آیا، پیچھے ہی جوزفین بھی آ گئی اور دونوں کے قریب کھڑی ہو گئی۔ اس سے پہلے ایوا اس کے پاس آ کر اسے سمجھا رہی تھی کہ وہ تھوڑا سا بورشے بجا دے، پھر طبیعت کی ناسازی کا بہانہ کر دے۔

بورشے کم یا زیادہ نہیں بجتا ایوا...... میں بورشے کی بے عزتی نہیں کر سکتی۔

آسکر نے یہ آخری بات سن لی۔ ''پلیز ماریہ میں تم سے درخواست کرتا ہوں صرف ایک بار میرے کہنے پر بورشے بجا دو، میری بہن نے اعلان کر دیا، میں جانتا ہوں اس کی کتنی سبکی ہوگی۔ آئندہ وہ کسی تقریب کا انتظام نہیں کر سکے گی۔

ماریہ نے بے چارگی سے آسکر کو دیکھا اور رو دینے کو ہو گئی۔ '' آسکر بورشے کوئی تماشا نہیں ہے، جگنو جوکر نہیں ہیں کہ وہ محظوظ کریں، انہیں عزت دینی ہوگی۔''

آسکر اس کی بات سمجھ گیا تھا لیکن پھر بھی وہ کہنے لگا۔ ''سب بورشے کو پسند کریں گے۔ یہ ایک اعزاز ہوگا ماریہ۔''

میں نہیں بجانا چاہتی آسکر...... مجھے یہ ٹھیک نہیں لگ رہا...... میرا انکار کو انکار ہی رہنے دو...... مجھے مجبور نہ کرو......

آسکر کو افسوس ہوا کہ ماریہ اس کی اتنی سی بات بھی نہیں مان سکتی۔ ''میرا خیال تھا شاید میں تمہارے لیے تھوڑی سی اہمیت تو رکھتا ہوں۔''

ماریہ کی آنکھیں نم سی ہو گئیں اور اس نے ہار مانتے ہوئے آسکر کو دیکھا پھر ہال کو۔ ''یہاں بہت روشنی ہے، یہ موم بتیاں مشعلیں، اور آگ کے الاؤ انہیں بجھانا ہوگا۔ انہیں تب تک روشن نہ کیا جائے جب تک سارے جگنو واپس نہیں چلے جاتے، ایک ایک جگنو۔ بورشے

انہیں بے خود کر دیتا ہے، وہ آگ کی تپش کو بھی محسوس نہیں کر سکیں گے اور جل جائیں گے۔''

آسکر مسکرا دیا۔ ''میں روشنیاں گل کروا دیتا ہوں، تم فکر نہ کرو، تمہارے جگنوؤں کو کچھ نہیں ہوگا۔''

* * *

مشعلیں اور آگ کے الاؤ بجھا دیئے گئے۔ کرسٹل بند موم بتیاں روشن رہیں، ہال نیم اندھیرے میں ڈوب گیا۔ ماریہ کو افسوس ہوا کہ اس نے آسکر سے کیوں کہا کہ وہ ایک بار اس کے لیے بورشے بجادے گی۔ اچھا ہوتا کہ وہ کہہ دیتی کہ وہ انکل ولسن سے کیا گیا وعدہ کسی صورت نہیں توڑ سکتی۔ اسی وقت اس نے یہ سیکھ لیا کہ وعدے کو عارضی طور پر معطل نہیں کیا جا سکتا، اسے پورے عہد کے ساتھ بناہنا پڑتا ہے۔

بورشے بجانا اسے ہمیشہ سے خوشی دیتا تھا، لیکن وہاں موجود طبقہ اشراف کے چہروں کی سختی، ان کی مصنوعی بناوٹ، ان کے انداز و اطوار اتنے دل پسند نہیں تھے کہ وہ ان کے لیے بورشے بجاتی۔ بورشے سادہ دلوں کا ساز تھا، جن کے اطوار انسان دوست ہوں۔ بورشے ان سخت دلوں کے لیے بے کار تھا، جو محبت کو اپنی شرائط پر کرتے ہیں، عزت دینے سے پہلے مقام ٹٹولتے ہیں، رحم کا استعمال اپنی ترجیعات پر کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت وہ آسکر کو یہ سب باتیں نہیں سمجھا سکتی تھی۔

وہ ہال کے وسط میں آ کر کھڑی ہوگئی اور بورشے کو اپنے پاؤچ سے نکال لیا۔ نہ جانے کیوں آج اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں، اور اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کاش جوزفین آسکر کی بہن نہ ہوتی، کاش وہ اور آسکر مل کر جنگل میں بورشے کی دھن پر رقص نہ کیا کرتے۔ کاش آسکر اس کے لیے اتنا خاص نہ ہوتا۔

آسکر کو دیکھتے رہنے کے بعد اس نے بورشے کو منہ سے لگایا اور اس پر اپنی سانسیں چھوڑیں۔ دھن کی ابتداء نے ہال میں سکوت طاری کر دیا۔ اس کی گلابی فراک کی جھلمل نے نیم اندھیرے ہال کو ستاروں سے بھر دیا۔ اس کے گندھے ہوئے بالوں میں لگی سنہری پن اس کے حسن کے آسمان پر چاند کی مانند ہوگئی۔

آسکر اس پر سے نظریں نہیں ہٹانا چاہتا تھا۔

ابتدائی دھن انتہا لیے بجنے لگی...... ماریہ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

ہال میں موجود مہمان جو پہلے بے توجہی سے ساز سن رہے تھے انہیں اب متوجہ ہونا پڑا۔ ماریہ کی خوبصورتی دوچند ہونے لگی اور وہاں کھڑے لوگوں کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔

دھن وسط کی طرف جانے لگی...... ماریہ نے اپنی آنکھیں کھولیں...... دور چند جگنوؤں اسے نظر آئے...... ماریہ مسکرا دی۔ بورشے اور جگنو ہمیشہ سے اسے بے خود کر دیتے تھے۔ وہ بھول جاتی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے پھر سے اپنی آنکھیں بند کیں اور دھن کو پوری توجہ سے بجانے لگی۔ کھلی کھڑکیوں سے جگنوؤں کی قطاریں اپنی اپنی دھن میں مگن اس کی دھن کی طرف آنے لگے اور ہال کی وسعت میں بکھرنے لگے۔

دھن اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ ہال کی نیم تاریکی میں ننھے قمقمے پرواز کرنے لگے۔ ماریہ نے آنکھیں کھولیں۔ اپنی فراک کا ایک کونا

پکڑ کر اٹھا لیا اور ہال کے عین وسط میں جھک کر کورنش بجایا اور پھر سر اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔ دھن نے صبر کا ایک سانس لیا' وہ رکی' ٹھہری اور نئی تازگی سے بجنے کے لیے کمر بستہ ہو گئی۔

آسکر نے دنیا میں اتنی خوبصورتی ایسی معصومیت کے ساتھ نہیں دیکھی تھی۔ ایسی بے خودی اتنی محویت کے ساتھ نہیں دیکھی تھی۔ ساز تو جہاں بھر میں بجتے ہیں' ساز کے کمال میں ایسی جمالیت نہیں دیکھی تھی۔ ہال کے کونوں سے روشنیاں اُڑتی ہوئیں آئیں اور ماریہ کے آس پاس منڈلانے لگیں۔ مہمانوں نے سر اٹھا اٹھا کر دیکھا اور بے ساختہ داد دینے لگے۔ ان کی محظوظیت کا عالم قابل دید تھا۔

نا قابل یقین...... آسکر کے دوست نے بے ساختہ کہا۔ مسٹر ہیگ بھی سر اٹھا کر دیکھ رہے تھے لیکن وہ یہ سب دیکھ کر خوش نہیں ہو سکے اور انہوں نے جوزفین کو ملامتی نظروں سے دیکھا۔

فراک کا کونا ماریہ کے ہاتھ میں ہی تھا۔ اس کی دھن کی لے بدلی اور سب جگنوؤں اڑ کر اس کی فراک کے اسی کونے کے ساتھ آ لگے......فرنبرداری

''اوہ......'' ہال میں مشترکہ آواز گونجی اور تالیاں بجی۔ آج بورشے کی تقریب رونمائی تھی تو ماریہ بھی اس رونمائی کو عروج تک لے جانا چاہتی تھی۔ اس نے ٹھیک کہا تھا بورشے آدھا ادھورا نہیں بجتا۔

دھن نے پھر لے بدلی تو جگنوؤں ایک ہی دائرے میں اڑ کر اس کے گرد چکر لگانے لگے۔ چکر لگاتے رہے' چکر لگاتے رہے...... تیزی سے......فرنبرداری سے......محبت سے۔ ان کے دائرے میں موجود ماریہ بھی ان کے ساتھ گھوم رہی تھی۔ دھن کی لے پھر بدلی اور جگنوؤں ایک دائرے میں سمٹ کر ہال کی وسعت میں نیچے سے اوپر اٹھ گئے۔ سب سر اٹھا کر دیکھنے لگے۔

''نا قابل یقین......'' ملی جلی آوازا بھریں۔

بورشے اب روشنی کے قمقموں کو رقص کروا رہا تھا۔ ماریہ اپنے آپ کو رقص کی کیفیت میں رکھتے ہوئے بورشے بجا رہی تھی۔ نظارہ لاجواب تھا اور جنون جواب طلب۔ ماریہ خود بھی یہ بھول گئی تھی کہ وہ کہاں کھڑی ہے اور آسکر بھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ ماریہ کے دائرے میں گھس جائے اور اس کے ساتھ مل کر رقص کرے۔ ہال میں جگنوؤں کا اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ بڑھتے بڑھتے بہت زیادہ ہو گئے تھے کہ سارا ہال ان سے بھر گیا تھا۔ اگر ان کی تعداد گننی جاتی تو بھی نہ گنی جا سکتی۔ ماریہ کو تو اتنی فرصت بھی نہیں تھی کہ وہ آسکر کی طرف ہی دیکھ لیتی۔

وقت گزر رہا تھا...... بورشے بج رہا تھا......جگنوؤں کا رقص جاری تھی......

اور پھر......دیواروں سے لگی مشعلیں......ہال کی وسعت میں جگہ جگہ بنے روشنی کے الاو یکدم بھڑکے......آگ نے یکدم جیسے چھت کو چھوا...... نئے سال کا باقاعدہ آغاز ہوا......

ماریہ نے ایک دلخراش چیخ ماری...... بورشے اس کے ہاتھ سے دور جا گرا......جگنوؤں کا ڈھیر ہال کی چھت سے ہو کر اس تک آتا زمین پر جل کر ڈھیر ہو گیا۔ وقت کی تبدیلی کی ہلکی سی جنبش پر یہ ڈھیر بڑھتا ہی گیا' بڑھتا گیا اور ماریہ کا سفید رنگ جل کر سیاہ ہو گیا۔ اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ وہ زمین پر ڈھیر ہو کر بیٹھ گئی۔ ہچکی آخری سانس کی طرح اس کے جسم سے نکلی۔ اس کی جیسے روح پرواز کر گئی۔

آگ کس نے جلائی ہے......آسکر پوری قوت سے دھاڑا......

آپ نے ہی تو کہا تھا......بارہ بجتے ہی سب الاؤ روشن کر دیے جائیں......آپ کے حکم پر ہی تو......

آسکر نے لپک کر ان سب ملازموں تک جانا چاہا جو نیم اندھیرے میں اپنی اپنی جگہ مستعد کھڑے آگ روشن کر چکے تھے لیکن اسے ماریہ کی فکر تھی۔

''ماریہ......'' آسکر فوراً اس کے پاس جا کر نیچے بیٹھ گیا۔ ایوا نے جلدی سے لپک کر بورشے اٹھایا اور اسے ماریہ کے ہاتھ میں دینا چاہا۔ اتنی سی دیر میں ماریہ کی آنکھیں زندگی کی طوالت کے سارے آنسو بہا چکی تھیں۔

ماریہ......آسکر نے ہاتھ بڑھا کر ماریہ کے چہرے کو اوپر اٹھانا چاہا اور ماریہ نے طیش کی شدت سے ایک زوددار تھپڑ آسکر کے منہ پر دے مارا......

ہال جو پہلے سے ہی سناٹے کا شکار تھا تھپڑ کی گونج سے بالکل ہی بہرہ ہو گیا۔

آسکر سکتے کی حالت میں ماریہ کو دیکھنے لگا۔ اسے ماریہ سے ہر رویہ کی توقع تھی سوائے اس کے۔ دکھ سے آسکر کی آنکھوں کے سامنے اندھیرہ چھا گیا۔ بے عزتی کا احساس جلتا کوئلہ بنا روح بند ہو گیا۔

ماریہ اپنی جگہ سے اٹھی اور زمین پر نظریں گاڑے، جل چکے جگنوؤں کو دیکھتے، انہیں اپنے پیروں تلے آنے سے بچاتے باہر کی طرف یکدم بھاگی۔ آسکر بھی ماریہ کے پیچھے بھاگا۔ جس وقت وہ راہداری سے گزر کر، سیڑھیاں اتر رہی تھی، آسکر نے اسے پیچھے سے تھام کر روک لیا۔

میری بات سنو ماریہ......تم ایسے نہیں جا سکتی......

ماریہ نے نفرت سے آسکر کو دیکھا اور اپنا بازو اس سے آزاد کروانا چاہا۔

میں نے سب کو سختی سے منع کیا تھا کہ میرے کہنے سے پہلے روشنی نہ کی جائے۔ انہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔

غلط فہمی تو مجھے تھی کہ تم سب اچھے لوگ ہو......

اس جملے نے آسکر کو چونکا دیا۔ ''کیا مطلب ہے تمہارا؟ تمہیں لگتا ہے یہ پہلے سے طے شدہ تھا کہ انہیں جلایا جائے گا۔

طے شدہ تھا یا نہیں لیکن وہ جل چکے ہیں۔ زندگی کے معاملات میں ایسے غفلت نہیں برتی جا سکتی کہ وہ موت تک لے جائیں۔

تم میرے ساتھ اندر آؤ......میری بات سنو......

تمہیں لگتا ہے میں تمہاری بات سننے کے لیے تیار ہوں گی......تم نے میرے باپ کو جلا دیا......'' ماریہ چلائی۔

ایسا کچھ نہیں ہوا تم جذباتی ہو رہی ہو......

تم نے مجھ سے کیوں کہا کہ میں بورشے بجاؤں؟ تم نے یہ کیوں چاہا کہ جوزفین کی عزت قائم رہے لیکن میرے جگنو جان سے جائیں؟ گاؤں کے گنوار لوگ تم جیسے لوگوں کی بے رحمی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انکل ولسن نے ٹھیک کہا تھا شہر کے لوگوں کے لیے بورشے کسی

تماشے سے زیادہ اہم نہیں ہوگا' وہ محظوظ ہوں گے' تالی بجائیں گے اور فراموش کر دیں گے۔ مجھے ایسے لوگوں کے سامنے بورشے کو بے نقاب نہیں کرنا چاہیے۔'' ماریہ نے چلا کر کہا

تمہیں لگتا ہے میں بے رحم ہوں......'' آسکر نے بھی چلا کر کہا

ہاں! بے رحم ہو تم......

تم ان حشرات کے لیے مجھے بے رحم کہہ رہی ہو.....مر گئے ہیں تو اور آ جائیں گے۔ تم ان کے لیے میری بے عزتی کر رہی ہو۔''

آسکر کا انداز اتنا ہتک آمیز تھا کہ تکلیف کے احساس سے ماریہ جھلس گئی۔

حشرات......جو مر گئے ہیں وہ اب واپس نہیں آئیں گے......انہیں موت کے لیے میں نے بلایا......اس بورشے نے بلایا......''

ماریہ نے ہاتھ میں پکڑے بورشے کو زور سے آسکر کے پیروں میں دے مارا۔

''اس موت کے پیامبر کو اب تم رکھو.....زندگی کے خاتمے کو تم بجاؤ......بے رحمی تمہاری ہی میراث لگتی ہے۔''

تیزی سے ماریہ سیڑھیاں اترتی چلی گئی اور جس گلابی فراک کے کونوں پر کچھ دیر پہلے جگنوؤں آ کر ٹھہرے تھے وہ فرشی فراک زمین کو چھوتی اپنی کم مائیگی کا ثبوت دینے لگی۔ ماریہ بیرونی گیٹ سے بھاگتی ہوئی نکل گئی۔ اندر نئے سال کا جشن شروع کر دیا گیا تھا......رقص پھر سے شروع تھا......موسیقی کو نئے شوق سے بجایا جا رہا تھا......تماشا ختم ہو گیا تھا' بورشے اور جلے ہوئے جگنوؤں کو فراموش کر دیا گیا تھا۔ آسکر سیڑھیوں کے کنارے کھڑا رہ گیا تھا۔

''اور بورشے آسکر کے قدموں میں پڑا اپنی موت کا ماتم کرتا رہا۔''

* * * *

مسٹر ہیگ آسکر کے کمرے میں آئے۔ وہ کسی کتاب کو پڑھنے کے جتن کر رہا تھا۔

تمہیں ماریہ کے پاس جانا چاہیے تھا۔''

''اس کا خیال ہے میں بے رحم ہوں۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ میں اسے اپنی بے رحمی سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔''

ٹھیک ہے لیکن زیادہ دیر نہ کرنا......معصوم لوگ انتظار کرنے کے بہت عادی ہوتے ہیں۔'' کہہ کر وہ چلے گئے۔

اگلے دن صبح ہی آسکر نے سارے معاملات معلوم کر لیے تھے۔ ملازموں کو یہی حکم ملا تھا کہ عین جگنوؤں کے رقص کے دوران وہ آگ کے الاو روشن کر دیں اور سب ایک ساتھ روشن ہوں۔ یہ جوزفین کا حکم تھا لیکن اس کا اعلان آسکر کے نام سے ہونا چاہیے۔ سب ملازم جوزفین ہی دیکھتی تھی اور وہ اسی کا حکم مانتے تھے۔ ماں کی موت کے بعد سارے گھر کا انتظام وہی دیکھتی تھی۔

وہ جوزفین کے پاس گیا جو گھر کے حسابات لکھنے میں مصروف تھی۔ یہ ٹھیک تھا کہ ماں کے مرنے کے بعد اس نے اپنی زندگی کو گھر کے لیے واقف کر دیا تھا۔ وہ ہر وقت گھر کی دیکھ بھال میں مصروف رہتی تھی اور شاید اسی سب نے اسے بدل کر رکھ دیا تھا۔ آسکر کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا۔

آ سکر تم......آ و بیٹھو......'' جوزفین نے اسے ایسے کھڑے دیکھ کر کہا

تم نے ایسا کیوں کیا جوزفین؟ اس نے جوزفین کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ وہ جانتی تھی جب آ سکر ایسے بات کرتا ہے تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ اس کا مطب ہوتا ہے میں سب جان گیا ہوں۔

کچھ دیر کے سکوت کے بعد جوزفین نے کندھے اچکا دیئے۔ ''تمہیں ملازموں کی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔''

سچ کو سامنے آنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔'' ماں کے مرنے سے پہلے اکثر تم یہ بات کیا کرتی تھی

جوزفین نے آ سکر کے چہرے کی سنجیدگی کو دیکھا اور پھر ایک گہرا سانس لی۔ ''مس ازابیلا مجھے بے حد پسند ہیں۔ وہ میری دوست بھی ہیں۔ تم بھی انہیں پسند کرتے ہو۔ تم کچھ اور وقت ان کے ساتھ گزارو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ تمہارے لیے کس قدر مناسب ہیں۔''

آ سکر نے افسوس سے جوزفین کو دیکھا۔ ''تمہیں ماریہ ناپسند تھی۔''

میں اسے ناپسند نہیں کرتی آ سکر......وہ ایک اچھی لڑکی ہے......

لیکن مس ازابیلا زیادہ اچھی ہیں......

ہاں...... مجھے بہت آگے تک کا سوچنا ہے آ سکر۔ ازابیلا کا تعلق ایک اونچے خاندان سے ہے۔ تم جانتے ہو کہ شاہی خاندان سے بھی ان کے تعلقات ہیں۔

آ سکر کی نظروں میں کیتھی کے لیے افسوس بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ ''تم نے ماریہ کو جوزفین کی جگہ رکھ کر کیوں نہیں سوچا؟

ماریہ جوزفین کی جگہ لے ہی نہیں سکتی تھی آ سکر......وہ ایک گنوار لڑکی ہے۔ کیا تم جوزفین اور ماریہ میں فرق نہیں محسوس کرتے۔؟

آ سکر استہزائیہ ہنس دیا۔ ''کیا یہ بات وہی جوزفین کہہ رہی ہے جو رات کو سونے سے پہلے ہاتھ باندھ کر دعا کیا کرتی تھی۔''

جوزفین نے الجھ کر آ سکر کو دیکھا

''وہ دعا کیا کرتی تھی کہ دنیا میں سب انسان ایک جیسے کپڑے پہنیں، ایک جیسا کھانا کھائیں، ایک جیسے گھر میں رہیں، پھر مل کر سب رقص کریں۔''

جوزفین آ سکر سے رخ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ ''وہ سب بچکانہ باتیں تھیں۔''

ایک بار وہ مسز ولیم سے الجھنے لگی کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے ملازموں کے کپڑے سستے اور بدرنگ تھے۔ مسز مارک سے کیونکہ وہ اپنے ملازموں کو وہ کھانا نہیں دیتی تھیں جو وہ خود کھاتی تھیں۔ وہ دوسروں کے کچن میں بہانے سے صرف اس لیے جایا کرتی تھی تاکہ دیکھ سکے کہ اس گھر کے ملازم کس حال میں ہیں۔ ایک بار وہ ماں سے تکرار کرنے لگی کیونکہ وہ اس کے پرانے کپڑے ملازمہ کی بیٹی کو دے رہی تھیں جو جوزفین کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ جوزفین کا کہنا تھا کہ اس کی دوست کو اس کی اترن نہیں دی جا سکتی۔ یا اسے نیا لباس لے کر دیا جائے یا پرانا بھی نہ دیا جائے۔ یہ اس کی بے عزتی کے مترادف ہو گا۔''

جوزفین نے کرسی کی پشت میں اپنی انگلیاں گاڑ دیں۔

''جوزفین کیا ماریہ اس ملازمہ کی بیٹی جیسی بھی نہیں تھی جسے تم اپنے گھر میں عزت دے سکتی۔ مس ازابیلا دنیا کی خوبصورت خواتین میں سے ایک ہیں یا ان کا تعلق اونچے خاندان سے ہے پھر بھی وہ ماریہ کی جگہ نہیں لے سکتیں۔ اگر تمہیں ماریہ اور مس ازابیلا میں سے کسی ایک کے لیے سودے بازی کرنی ہی تھی تو پہلے کرتی' میں ماریہ کو بے رحمی سے بچا لیتا اور مس ازابیلا کا ہاتھ تھام لیا۔''

میں نے سب تمہارے لیے کیا آسکر......

میں جانتا ہوں......تم نے سب میرے لیے کیا......اور برا کیا......ماریہ نے کہا تھا کہ بورشے ہر اس دل کی آواز ہے جس کے دل میں برتری کا احساس نہیں ہے' جو محبت کرنا اور عزت دینا جانتا ہے۔ بورشے اسی لیے تمہارے دل میں جگہ نہیں بنا سکا جوزفین......''

اس آخری بات نے جوزفین کا حال کچھ ایسا کر دیا کہ ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکل کر اس کے دل پر بہہ گیا۔

* * * *

مسز ایلی کے گھر سے اسے معلوم ہوا کہ ماریہ اگلے ہی دن واپس گاؤں چلی گئیں تھی۔ وہ گاؤں کے لیے روانہ ہو گیا۔ انکل ولسن سے ملتے ہی اس نے انہیں سب بتا دیا۔ وہ خاموشی سے سب سنتے رہے۔

وہ اپنا بورشے بھی میرے پاس چھوڑ گئی ہے۔ وہ تو بورشے کے بغیر ایک دن نہیں رہتی پھر اتنے دن کیسے رہی؟

انکل ولسن نے چونک کر بورشے کو دیکھا۔ ''اوہ! میں سمجھ گیا......

کیا؟ آسکر کو بے چینی ہو رہی تھی کہ وہ ماریہ کو وہاں اس سے ملنے کے لیے بلا کیوں نہیں رہے تھے۔

''اس نے خط میں یہ کیوں لکھا تھا کہ ''مجھے جنگل سے خوف آتا ہے' رات کی آمد میرے لیے ایک ایسا خوفناک خواب بن چکی ہے جس سے میرے جسم میں تکلیف سے سوئیاں چبھتی ہیں۔''

آسکر سناٹے میں آ گیا اور اگلا سوال پوچھنے کے لیے اس نے بڑی ہمت مجتمع کی۔ ''خط کیوں لکھا؟ ماریہ کہاں ہے؟ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''جس دن ماریہ یہاں واپس آئی تھی' اس کے تین دن بعد ہم نے اسے گھر میں نہیں پایا۔ اس کا ایک خط موجود تھا۔ اس نے لکھا کہ وہ اپنی ماں کے پاس جا رہی ہے۔'' انکل ولسن نے ماریہ کا خط لا کر آسکر کو دے دیا۔

آسکر نے ایک دو تین' پھر کئی بار اس خط کو پڑھا اور بے قراری سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

''اور بورشے......اس کا کیا ہو گا؟ اپنے نام کی بجائے اسے بورشے کا نام لینا پڑا۔''

اب یہ تمہارا ہے آسکر......''

آسکر کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اسے انکل ولسن سے اتنی سفاکی کی توقع نہیں تھی۔

یہ میرا کیسے ہو سکتا ہے......ماریہ تو اس کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی......

اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ اب یہ تمہارا ہے......''

کتنی ہی دیر آسکر سر جھکا کر بیٹھا رہا۔ ''مجھے ماریہ کے پاس جانا ہے' آپ مجھے پتا دے دیں۔''

آسکر مسز جین کے ساتھ ہمارا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ میں ماریہ کے لیے بھی فکرمند ہوں۔ وہ سال میں ایک آدھ بار ماریہ کو ایک خط لکھا دیا کرتی تھیں۔ کبھی تو سالوں بھی گزر جاتے تھے۔ دراصل البرٹ کی وجہ سے ہمارے مسز جین کے ساتھ تعلقات زیادہ اچھے نہیں رہے تھے۔ وہ بھی ہمیں پسند نہیں کرتی تھیں۔ ماریہ کے کمرے کی تلاشی لی تو وہاں ایسا کچھ نہیں ملا جو مسز جین کے بارے میں بتا سکے۔ ماریہ ان کے خطوط بھی ساتھ لے گئی ہے۔ ماریہ ایسے ہی چھپ کا جانا اور رہنا چاہتی تھی۔

ماریہ نے کبھی تو ذکر کیا ہوگا کہ اس کی ماں کہاں رہتی ہے۔

مجھے ایک ہی جملہ یاد ہے' ماریہ نے کہا تھا کہ ماں فرانس چھوڑ کر جا رہی ہیں۔ اور یہ بھی کافی پرانی بات ہے آسکر۔

آسکر پھر سے وہ خط پڑھنے لگا جو ماریہ لکھ کر گئی تھی جس کی آخری سطر کچھ ایسے تھی۔

''ایسے گھر چھوڑ دینے کے لیے مجھے معاف کر دیجیے گا انکل ولسن۔ لیکن اگر آپ میری کیفیت سمجھ جانے میں کامیاب ہو گئے تو آپ مجھ سے ناراض نہیں رہیں گے۔''

ماریہ ہمیشہ سے ایک خوش باش بچی رہی ہے آسکر۔ وہ چھ سال کی تھی جب اس کے فادر کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔ نہ وہ دنیا سے بےزار تھی نہ مایوس۔ اس کے پاس ہر دکھ درد کا علاج بورشے تھا۔ اس نے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کی۔ اس نے ہمیں کبھی بھی تنگ نہیں کیا۔ وہ بہت پیاری اور فرمانبردار بچی رہی ہے۔ میں نے اسے بورشے بجانے سے منع کر دیا تو وہ چھپ کر بجانے لگی۔ میں یہی چاہتا تھا کہ وہ چھپ کر بجا لے لیکن سب کے سامنے آ کر نہیں۔ اگر اس نے بورشے کو خود سے الگ کر دیا ہے تو اس کا مطلب......

آسکر کے چہرے پر پرچھائیاں بڑھ گئیں اور اس نے تاریک رات کی طرح اپنے اندھیرے کو ٹٹولا' انکل ولسن آسکر کو دیکھ کر اپنی بات مکمل کرنے کی جرات نہیں کر سکے۔

''کیا مجھے کسی ایسے رشتے دار کے بارے میں بتا سکتے ہیں جو ماریہ کی ماں کے بارے میں جانتے ہوں۔''

میں ہی ماریہ کا سب سے قریبی رشتے دار ہوں۔ چچا ہوں اس کا۔ میں نے سب رشتے داروں سے معلوم کر لیا ہے۔ کچھ جگہوں پر خطوط لکھے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہاں سے کوئی حوصلہ افزا' جواب آ سکتا ہے۔

اگر آپ کو ماریہ کے بارے میں کچھ معلوم ہو تو آپ مجھے فورا بتا دیں گے۔

تمہیں فورا بتا دینا فرض ہے مجھ پر آسکر۔

آسکر نے ساری دنیا کو جنگل ہوتے دیکھا' اور اسی جنگل کو ابدی نیند سلا دینے والے جادوگر کو بھی...... جو وہ خود تھا۔

مسٹر بروک ہیگ نے اسے ایسی ناکام چال میں چل کر گھر آتے دیکھا کہ ان کے دل پر وزنی بوجھ آ گرا۔ وہ اسکاٹ لینڈ سے بھی ہو آیا تھا جہاں ماریہ کے کچھ رشتے دار رہتے تھے۔ اس کے پاس ماریہ کی ماں اور سوتیلے باپ کے بارے میں ان کے ناموں کے علاوہ کوئی

معلومات نہیں تھی۔ گھر واپسی پر اس نے اپنی جیب سے بورشے نکال کر اپنے ہاتھ میں لیا اور کتنی ہی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اسے اپنے منہ سے لگا لیا...... رات ایسے ہی بیت گئی۔ جوزفین، روزا اور مسٹر بروک ہیگ ساری رات بورشے کو روتے ہوئے سنتے رہے......

* * *

اگلے دن صبح ہی مسٹر ہیگ اس کے کمرے میں آئے۔ بورشے کو سینے پر رکھے وہ کرسی پر سر ڈھلکائے اونگھ رہا تھا۔ انہوں نے اسے اٹھا کر بستر تک جانے کے لیے کہا لیکن پھر رک گئے اور اس کے سامنے بیٹھے رہے۔ کچی پکی نیند سے جاگ کر اس نے کمرے میں دیکھا تو مسٹر ہیگ کو دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''میں تمہارے لیے پریشان ہوں آسکر......'' مسٹر ہیگ اتنا ہی کہہ پائے

اٹھ کر اپنا لباس درست کرتے آسکر کوئی جواب نہ دے سکا۔

''اتنے ہفتوں بعد تم گھر واپس آئے ہو۔ تم نے اطلاع دینا بھی مناسب سمجھا۔''

اگر میں اسی رات ماریہ کے پیچھے چلا جاتا تو وہ مجھے مل جاتی، وہ ایسے غائب نہ ہو جاتی۔'' وہ یکدم ان کے سامنے گھٹنوں کے بل آ کر بیٹھ گیا۔

ہاں......'' مسٹر ہیگ نے سر ہلایا

مجھے دکھ تھا کہ اس نے مجھے بے رحم کیوں کہا۔ مجھے دکھ تھا کہ اس نے میرے منہ پر تھپڑ کیوں مارا۔ مجھے میرے دکھ کی پرواہ تھی اس کے نہیں......

مسٹر ہیگ اسے دیکھتے رہے...... بولو میں سن رہا ہوں......

جب تک انسان کی انا بلند رہے گی اس کی محبت بلند نہیں ہو سکے گی۔ اس رات میری انا بلند رہی اور میں اس کے پیچھے نہیں گیا۔ گاؤں کی ایک معمولی لڑکی کے پیچھے بھاگ کر جانا، مجھے اپنی حیثیت کے مقابلے میں معمولی لگا۔''

تم ایک محبت کرنے والے اور ہمدرد انسان ہو آسکر...... تمہیں اپنے بارے میں وہم نہیں پالنے چاہیے......

ہم سب ہی محبت کرنے والے اور ہمدرد انسان ہوتے ہیں پاپا...... اس وقت جب تک ہماری محبت اور ہمدردی کا امتحان نہ لے لیا جائے۔ ہم سب ہی اچھے ہوتے ہیں، جب تک ہماری برائی کا نقاب نہ الٹ دیا جائے۔''

میں تمہاری بات سے متفق ہوں۔

مجھے اندازہ تھا کہ ماریہ بہت حساس ہے۔ وہ صرف میرے لیے آئرلینڈ آئی تھی مجھے اس بات کا یقین ہے۔ وہ بورشے بجائے بغیر نہیں رہا کرتی تھی لیکن پھر وہ میرے لیے جنگل میں بورشے لے کر جایا کرتی تھی۔ مجھ سے ہی ملنے کے بعد اس نے نئی دھنوں کو بجانا شروع کر دیا تھا۔ پھر بھی...... پھر بھی میں اس کے پیچھے بھاگ کر نہیں جا سکا۔ میں اس کا راستہ نہیں روک سکا۔ چند قدم ہی تو تھے...... وہ میرے سامنے ہی تو مجھ سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اسی وقت اسے روک لینے میں کیا حرج تھا۔ اسے بھی یہی دکھ ہوگا کہ میں نے اسے جانے دیا۔''

اس کے ساتھ ہمیشہ یہ دکھ نہ رہنے دو کہ تم نے اسے جانے دیا۔

آسکر نے سر اٹھا کر مسٹر ہیگ کو دیکھا۔

''یہ ملاقات یہیں ختم ہو گئی۔''

چند دنوں بعد آسکر مسٹر ہیگ کے پاس آیا۔ ''آپ نے میرے بارے میں آج تک جو جو کہا وہ سچ ثابت ہوا۔ آپ نے کہا تھا کہ میں کبھی اچھا شکاری نہیں بن سکوں گا' اور یہی ہوا۔ ایک وقت آیا جب میں رات دن شاعری کیا کرتا تھا اور پھر میں نے کینوس اور رنگ خرید لیے۔ وہی ہوا جو آپ نے کہا تھا' نہ میں شاعری کی گہرائی میں اتر سکا نہ رنگوں سے مزین کچھ تخلیق کر سکا۔ اب آپ بتائیں کیا میں ماریہ کو ڈھونڈ لوں گا۔ میں سچ سننا چاہتا ہوں......

اوہ! میرے پیارے آسکر۔ تم اچھے شکاری ضرور بنتے اگر تم بہادری سے اپنی کمزوری سے مقابلہ کرنا سیکھ جاتے۔ تم اچھے شاعر بھی ضرور بن جاتے اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ احساسات کی ترجمانی زبان اور قلم سے پہلے روح سے کی جاتی ہے۔ تم مصور بھی بنتے اگر رنگوں سے رنگوں سے پہلے کی بے رنگ دنیا کو دیکھنا سیکھ جاتے......

کیا میں ماریہ کو ڈھونڈ لوں گا......؟ اس نے اپنا سوال دہرایا

یہ تم طے کرو گے......یا......

یا......؟؟؟

یا بورشے......

بورشے......بورشے......وہ بڑبڑا دیا۔

اس رات بورشے پھر رات بھر بجتا رہا......پھر سے روتا......غم زدہ......دلگرفتہ......

⁂

نئے سال کی سردی اپنے عروج پر ہی رہی اور وہ برفیلی رات میں جنگل میں اپنے گھوڑے پر سوار اس وقت کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا جب وہ پہلی بار یہاں آیا تھا۔ اس نے بورشے کو اپنے منہ سے لگایا اور اس دھن کو ذہن میں جگا کر' اپنی سانسوں سے نکال کر' بورشے کے دہن تک لانا چاہا جو اس جنگل میں اس رات گونج رہی تھی۔ بورشے سے چند بے ہنگم آوازیں نکلیں اور جواب میں اس کے گھوڑے کی ناراض ہنہناہٹ۔ پھر بھی وہ کتنی ہی دیر تک کوشش کرتا رہا لیکن بورشے سے دھن کے نام پر ایک سر نہیں نکلا۔

اگلے دن گاؤں والوں نے ہیگ خاندان کے خوبصورت جوان بیٹے کو چراگاہ میں ٹہلتے' گھاس پر لیٹے' درخت سے پیٹھ لگائے بیٹھے' جھیل کے پانی کو پیر سے ارتعاش پیدا کرتے' بورشے بجانے میں خود کو ہلکان کرتے دیکھا۔

یہ ایک لڑکی کا ساز ہے......تمہیں زیب نہیں دیتا......'' گاؤں کے ایک بوڑھے نے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا۔

آسکر ہنس دیا۔ ''یہ کسی صنف کا نہیں انسان کا ساز ہے۔''

اس کا ماننا تھا کہ ماریہ کا گاؤں اسے بورشے کی کچھ دھنیں دے دے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جوزفین نے اسے ایک لمبا خط لکھا تھا' اس کا کہنا تھا کہ وہ اپنی شادی کی تیاریاں اس وقت تک شروع نہیں کر سکتی جب تک وہ واپس نہیں آ جاتا۔

تمہیں اپنا خیال رکھنا نہیں بھولنا چاہیے۔'' جوزفین کے لیے جب وہ واپس آ گیا تو اس نے نظریں چرا کر اس کے بڑھے ہوئے بالوں اور بے ہنگم مونچھوں کو دیکھ کر کہا۔

وہ مسکرا دیا۔ ''تم صرف اپنی شادی کے دن کی فکر کرو میری نہیں۔''

شادی کے دن جوزفین کا ہاتھ پکڑے جب وہ اسے دلہا کے پاس لے جا رہا تھا تو جوزفین نے اپنے سفید نقاب کے پیچھے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''مجھے معاف کر دو آسکر......''

آسکر نے جوزفین کی طرف محبت سے دیکھا۔ ''نئی زندگی کی شروعات پرانی غلطیوں کی نشاندہی سے نہیں کرنی چاہیے''۔ کہہ کر اس نے جوزفین کا ہاتھ اس کے دلہا کے ہاتھ میں دے دیا۔

* * * *

تم لزا کو پیانو کیوں نہیں سکھا دیتی...... ایک دن ماں نے اس سے کہا۔ اسے تھوڑا بہت جتنا بھی پیانو بجانا آتا تھا اس نے لزا کو سکھانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی کیونکہ لزا خود کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتی تھی۔

''کیا مسٹر ولسن نے میری بیٹی کو پیانو سکھانے کی زحمت بھی نہیں کی۔'' ماں کو سخت برا لگا۔ انگلینڈ میں تم وہ واحد لڑکی ہوگی جو اتنا برا پیانو بجاتی ہوگی۔ تمہاری تربیت پر انہوں نے بالکل توجہ نہیں دی۔ کیا اسی لیے تمہارے باپ نے تمہیں ان کے پاس چھوڑا تھا۔

انہوں نے مجھے ایوا اور کیتھی کی طرح ہی رکھا۔ وہ میرا بہت خیال رکھتے تھے۔

کیا کیتھی اور ایوا کو پیانو بجانا آتا ہے؟

ہاں...... بہت اچھا......

پھر تمہیں کیا بجانا آتا ہے؟ کیا سیکھا ہے تم نے ماریہ؟

میں نے...... م......

''بولو جواب دو...... کیا تم جانتی ہو یہاں لڑکیاں کیا کچھ کرنا جانتی ہیں' تمہارا تعارف کرواتے تو مجھے شرمندگی ہی اٹھانی پڑے گی۔''

ماریہ سر جھکا کر بیٹھی رہی۔

میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہارے انداز و اطوار میں شائستگی بھی نہیں ہے' تم بلکل اجڈ گنوار لگتی ہو......

''میں گنوار ہی ہوں ماں۔''

''اسی لیے میرے بار بار بلانے پر بھی تم میرے پاس نہیں آئی۔ تاکہ تم پھوہڑ اور گنوار رہ سکو۔'' ماریہ خاموشی سے سنتی رہی۔

اس کی ماں کے سات بچے تھے اور وہ ان کی دیکھ بھال میں کتنی بھی مصروف رہتی تھیں لیکن وہ اپنا خیال رکھنا نہیں بھولتی تھیں۔ انہیں

اپنے لباس، اپنی خوبصورتی کی بہت فکر رہتی تھی۔ جب ماریہ دو سال کی تھی تب مسٹر البرٹ اور مسز جین نے الگ ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ ایک ایسے انسان کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتی تھیں جسے سمندر سے محبت تھی۔ ایک جہاز راں کی واپسی کا انتظار شروع شروع میں تو انہیں اچھا لگا پھر انہیں کوفت ہونے لگی۔ اور وہ دونوں الگ ہو گئے۔ ماریہ اپنے چچا کے ساتھ رہنے لگی اور وہ اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ آئرلینڈ چھوڑ کر چلی گئیں۔

ماریہ کو اس چیز کا کبھی دکھ نہیں رہا تھا کہ ماں نے اسے چچا کے پاس ہی رہنے دیا تھا۔ لیکن ماں کا انکل ولسن کے لیے سخت رویہ اسے اچھا نہیں لگا۔ وہ خاموشی سے سن بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کے کانوں میں شائیں شائیں سی ہوتی رہی تھی۔

سات بچوں، چار ملازموں، اور دو منزلہ گھر کی دیکھ بھال ماریہ نے کرنی شروع کی تو مسز جین خوش ہو گئیں اور انہوں نے انکل ولسن کے لیے سخت الفاظ استعمال کرنے بند کر دیئے۔ مسز جین سر شام ہی کہیں نہ کہیں چلی جاتی تھیں۔ ان کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ گھر ان کی سہیلیوں کی آمد سے بھی پر رونق رہتا تھا۔ ماریہ ماں کے نت نئے ڈیزائن کے کپڑے دیکھ کر حیران رہ جایا کرتی تھی۔ کیا کوئی سوچ سکتا تھا کہ اس جیسی فیشن سے نابلد لڑکی کی ماں فیشن کی اتنی دلدادہ ہو سکتی ہیں۔

رات کو اس کے چھوٹے بہن بھائی سو جاتے تو وہ روشنیاں گل کر کے اندھیرے میں چپ چاپ بیٹھ جاتی۔ کھڑکی کے باہر کوئی جنگل نہیں تھا، وہ جانتی تھی پھر بھی اسے لگتا وہ جنگل میں بیٹھی ہے اور اڑ کر آنے والوں کی بددعائیں سمیٹ رہی ہے۔ اب وہ اس کے گرد رقص نہیں کر رہے بلکہ اسے نفرت سے دیکھ کر دور بھاگ رہے ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتی۔

''ماریہ...... ماریہ...... کیا ہوا ہے تمہیں......''

ماں تشویش سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔ دونوں چھوٹے بچے بھی اسے اپنے اپنے بستر پر بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں نیند تھی اور وہ ڈرے ہوئے لگتے تھے۔

آپ آ گئیں؟ کیسی رہی دعوت؟

مسز جین نے اچھنبے سے ماریہ کو دیکھا۔ ''دعوت سے تو میں کب کی آ چکی ہوں ماریہ...... میں تو تمہاری چیخ سن کر اپنے کمرے سے بھاگتی ہوئی آئی ہوں۔ کیا ہوا ہے تمہیں...... تم اپنے بستر پر سو کیوں نہیں رہی۔ ایسے یہاں کیوں کھڑی ہو...... یہ بورشے کون ہے؟''

اس نے آس پاس دیکھا۔'' وہ کمرے کے وسط میں کھڑی تھی اور اس کی فراک کا ایک کونا اس کی کلائی کے ساتھ بندھا تھا۔

* * * *

اس نے پیانو سیکھنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ وہ زیادہ سے زیادہ وقت پیانو کو بجانے کی کوشش کرتی۔ مسز جین گھر ہوتیں تو افسوس سے سر ہلاتی رہتیں۔

''ایسے لگتا ہے تمہاری انگلیوں کو بددعا دی گئی ہے، یہ کبھی کوئی ساز نہیں بجا سکیں گی۔ تم پر سازوں کی روح مہربان نہیں ہے ماریہ...... شروع میں تو سب ہی برا بجاتے ہیں لیکن تم تو بدترین بجا رہی ہو۔ تم پیانو بجانے کی کوشش ترک کر دو۔ تم خود کو تھکا رہی ہو۔''

وہ باز نہیں آئی اور اپنی کوشش جاری رکھی۔

ایک رات ماریہ باغ میں چہل قدمی کر رہی تھی کہ اس نے فضا میں روشنی کے نقطے کو حرکت کرتے دیکھا۔ اتنے عرصے میں ایسا پہلی بار ہوا کہ وہ تھوڑا سا مسکرا دی۔ اسے لگا کہ اس کے دوست اسے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ یہ گمان اتنا زورآور تھا کہ وہ خوشدلی سے ٹہلتی ہوئی اس کے قریب گئی۔ وہ ایک پودے پر بیٹھا تھا' ابھی ماریہ کا سایہ بھی اس پودے تک نہیں پہنچا تھا کہ اس نے اسے اڑتے ہوئے دیکھا۔ وہ اتنی تیزی سے اڑ گیا کہ ماریہ کو گمان ہوا کہ وہ اسی کی موجودگی سے دور بھاگا ہے۔ یہ خیال اس کے دل میں اتنی بری طرح سے راسخ ہو گیا کہ وہ باغ میں دیر رات تک ٹہلتی رہی۔ وہ جگنوؤں کا انتظار کرتی رہتی لیکن دوبارہ پھر ان کے باغ میں کوئی جگنو نہیں آیا۔ اس گمان نے اسے نیم پاگل سا کر دیا کہ شام کو وہ شہر کے ایک دوسرے باغ میں گئی اور وہاں کتنی ہی دیر تک ٹہلتی رہی۔ پھر اس نے یہ معمول بنا لیا کہ وہ باغ میں دیر دیر تک ٹہلتی رہتی۔ مسز جین کو اس سے کوفت ہونے لگی تھی۔

ماریہ کیا تم نے زندگی کا مقصد چہل قدمی ہی بنا لیا ہے۔''

ماریہ نے ماں سے چھپ کر رات کو باغ میں ٹہلنا شروع کر دیا تھا۔ وہ رات گئے تک جگنوؤں کا انتظار کرتی رہتی۔ ایک دن مسز جین اسے اپنی سہیلی کے گھر لے گئیں۔ وہاں بھی ماریہ دیر تک ان کے باغ میں چہل قدمی کرتی رہی۔ اور پھر سرِ شام فوارے کے گرد اسے چند جگنو نظر آ گئے۔ وہ دیر تک انہیں دور سے دیکھتی رہی اور پھر جیسے ہی ان کے قریب گئی وہ اس سے دور ہو گئے۔

ماریہ فوارے کے پاس سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ یہ گمان حقیقت بن چکا تھا کہ وہ ننھے قمقموں کے لیے قابلِ نفرت بن چکی ہے۔ اب وہ کبھی اس کے پاس نہیں آئیں گے۔ بورشے رحمدلی کا ساز ہے' اس نے بے رحمی کا ساز بجایا تو وہ اس سے دور ہو گئے۔

میں جان گئی ہوں' اب میں بورشے بجاتی بھی تو بھی کوئی نہ آتا۔ میں نے سب کچھ کھو دیا۔

''......روشنی......رقص......اور بورشے......

◆ ◆ ◆ ◆

آئرلینڈ کی راتوں میں ویرانی بڑھتی جا رہی تھی۔ ویرانوں کی تنہائی کو بورشے کا بے ہنگم ساز اور ویران کر رہا تھا۔ مسٹر ہیگ کے گھر کے ملازموں کو بورشے کی بے ہنگم دھن میں سونے کی عادت ہو چکی تھی۔ وہ رات کو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لینے پر مجبور تھے۔ دن میں رات کی باتیں کرتے کرتے بھی وہ تھک چکے تھے۔

اپنے کمرے کی کھڑکی کی چوکھٹ میں بیٹھے' بورشے کو منہ سے لگائے' آسکر اس دھن کو اپنی بند آنکھوں سے پڑھنے کی کوشش کرتا رہتا جو اس نے جنگل میں سنی تھی۔ وہ دھن اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتی تھی لیکن وہ اس کے ساتھ ساز میں نہیں آتی تھی۔ ایک بھی بار' کبھی ایک بھی بار بورشے سے اس دھن کا ایک آدھ سر بھی نہیں نکلا تھا۔ وہ جانتا تھا جاڑے کی ساری ٹھنڈی راتوں کی کوشش کے باوجود وہ ناکام ہے......ناکام ہے......

''جگنو اتنی جلدی نہیں آیا کرتے......'' وقت نے آسکر کے کانوں میں سرگوشی کی اور وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا

''جانتے ہو آسکر تمہارے دوست تمہارے بارے میں کیا کیا باتیں کر رہے ہیں۔'' ایک دن روزا نے معصومیت سے پوچھا

میں جان کر کیا کروں گا روزا......

وہ کہتے ہیں کہ تم ناکارہ ہو چکے ہو......

میں واقعی ناکارہ ہوں...... میں اب تک بور شے سے ایک دھن نہیں بجا سکا......

مجھے اچھا نہیں لگتا' سب تمہارے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔'' روزا نے اپنا نچلا ہونٹ لٹکا کر کہا

کرنے دو......

وہ کہتے ہیں تم دیوانے ہو......

کہنے دو......

مسٹر کارٹر کی پارٹی میں سب کہہ رہے تھے کہ تمہیں شہر سے باہر نکال دینا چاہیے کیونکہ تمہارے ساز کی آواز جھنگروں کی آوازوں سے بھی بدتر ہے۔'' پھر وہ سب ہنسنے لگے۔ آسکر بھی ہنسنے لگا۔

''وہ لوگ سچ کہہ رہے تھے۔ کیا ان کا اتنا بھی حق نہیں کہ وہ سچ کہیں اور اس پر ہنسیں۔''

انہیں ایسے تمہارا مذاق نہیں اڑانا چاہیے آسکر......

''دوسروں کو کیا کرنا چاہیے یہ ہم طے نہیں کر سکتے روزا۔ دوسروں کے لیے اپنے دل سے غصہ نکال دو۔ ناپسندیدگی' نفرت میں بدلے گی اور نفرت سب کچھ لے ڈوبے گی۔''

آسکر تمہیں اس حد تک نہیں بدل جانا چاہیے کہ معاشرے میں تمہارا مقام گر جائے۔

معاشرتی پیمانوں کی اتنی فکر نہیں کرنی چاہیے روزا......ان کے معیار بدلتے رہتے ہیں۔

مجھے تم سے خوف آنے لگا ہے آسکر......تم نے ایسی انوکھی باتیں کیسے سیکھ لیں؟

بور شے اس وقت تک نہیں بجے گا روزا جب تک میرا دل صاف نہیں ہوگا' دھن اس وقت تک تکمیل کی طرف نہیں آئے گی جب تک میں ہر خاص و عام کے لیے عزت و احترام نہیں رکھتا۔ بور شے دل کی سادگی اور بے نیازی کا ساز ہے روزا۔

آسکر تم بور شے کو پھینک دو......

آسکر نے مسکرا کر روزا کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ ''تم ایسی بات کرو گی تو میرا دل اور دکھے گا۔''

تم کبھی ماریہ کی طرح بور شے نہیں بجا سکو گے۔''

''شاید ایسا ہی ہو......لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میں ماریہ سے اچھا بور شے بجانے لگوں۔''

* * *

آسکر نے اپنے جانے کی تیاری مکمل کر لی تو وہ مسٹر ہیگ کے کمرے میں الوداع کہنے آیا۔

''خط لکھتے رہنا آسکر......ایسا نہ ہو تمہیں ڈھونڈنے کے لیے مجھے بھی کسی ساز کا سہارا لینا پڑے۔''

آسکر ہنس دیا۔ وہ ایک بار پھر سے ماریہ کو ڈھونڈنے کے لیے آئرلینڈ سے باہر جا رہا تھا۔ اسے مسز جین کے کچھ رشتے داروں کے بارے میں انکل ولسن نے بتایا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ انہیں خط لکھ چکے ہیں لیکن آسکر نے خط کے جواب کی زحمت نہیں کی۔ وہ اتنا انتظار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

جس وقت وہ فرانس جانے کے لیے جہاز پر بیٹھا اس وقت پانی کی سطح پر سورج اپنی آخری کرنیں چھوڑ رہا تھا۔ پانی کی سطح بے شمار جگنوؤں سے سجی ہوئی لگ رہی تھی۔ آسکر مسکرا دیا۔ اسے لگا قدرت کی طرف سے یہ ایک اچھا اشارہ ہے۔ شاید اسے فرانس میں ماریہ مل جائے ورنہ جہاز میں جگنو......

* * * *

سمندر کی سطح پر تیرے اکلوتے جہاز کو دیکھ کر اسے مسٹر البرٹ یاد آ گئے۔ آج سے پہلے اس نے ہمیشہ انہیں خوش ہو کر یاد کیا تھا۔ لیکن آج وہ دکھی ہو گئی اور اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

کیا ہوا ماریہ ڈیئر......'' مسز جین کی سہیلی لیڈی الزبتھ نے پوچھا۔

یہ پینٹنگ اچھی ہے......'' ماریہ نے دیوار پر لگی تصویر کی طرف اشارہ کیا

اوہ یہ پینٹنگ ...... یہ مجھے بھی بہت پسند ہے۔ یہ مجھے یاد کرواتی رہتی ہے کہ مجھے جلد سے جلد اپنے اگلے سفر کی تیاری کر لینی چاہیے۔

ماں بتا رہی تھیں آپ کو سیاحت کا بہت شوق ہے۔

بہت زیادہ......افریقہ کے سفر نے مجھے بہت سی عجیب و غریب چیزیں حاصل کرنے کا موقعہ دیا۔ جبکہ لوگوں کا کہنا ہے کہ میں افریقہ جادو سے جوان ہونے گئی تھی۔ اگر سمندر کے سفر نے ہی مجھے جوان رکھا ہوا ہے تو اس میں میرا کیا قصور'' کہہ کر وہ کافی دیر تک ہنستی رہیں

''کیسی چیزیں؟ ماریہ نے صرف بات کو طول دینے کے لیے پوچھا۔ اور اس کے پاس تھا ہی کیا باتیں کرنے کے لیے۔

لیڈی الزبتھ نے ملازمہ سے کسی خاص صندوق کو لانے کے لیے کہا۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک ننھی سی شیشی کو اس کے سامنے کھول کر رکھ رہی تھیں۔ ماریہ سمجھی وہ کوئی خوشبو ہے۔ کھول کر وہ ناک تک لے گئی لیکن اسے کوئی خوشبو نہیں آئی۔ لیڈی الزبتھ ہنسنے لگیں۔

یہ خوشبو نہیں ہے ماریہ...... یہ مجھے حاصل ہونے والی خاص چیزوں میں سب سے زیادہ خاص ہے...... یہ تو جگنو ہیں۔''

چھوٹی سی بوتل ماریہ کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی اور وہ پوری کی پوری کانپ گئی۔ اسے لگا لیڈی الزبتھ اس پر طنز کر رہی ہیں۔ وہ بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگی۔

''میں بھی ایسے ہی حیران رہ گئی تھی جب مجھے اس کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔ تم ان جنگلی لوگوں کو نہیں جانتی، میں تو انہیں جادوگر ہی کہوں گی۔ مجھے اس کے لیے کافی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی لیکن یہ مجھے مل ہی گئی۔ دیکھو اس کا ایک قطرہ عام پانی میں شامل کر کے اسے

باغ، پودوں، پھولوں، پر چھڑک دینے سے کچھ ہی دیر میں جگنوؤں ان پر آ کر بیٹھنے لگتے ہیں۔

کیا آپ نے اس کا استعمال کیا ہے؟ ماریہ کی آواز کانپ کانپ گئی

کیا تمہاری ماں نے تمہیں نہیں بتایا؟ یہ بات تو ٹاک آف دا ٹاون رہی ہے۔ چند ہفتے پہلے کی دعوت میں میں اس کا استعمال کر چکی ہوں۔ میرے مہمان حیران تھے کہ میں نے حیرت کا ایسا سامان کہاں سے لیا۔ سب مجھ سے اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے ماریہ۔

ماریہ بے یقینی سے انہیں دیکھتی رہی۔ پھر لیڈی الزبتھ اچانک آنے والے کسی ملاقاتی سے ملنے گئیں تو ماریہ نے جلدی سے بوتل کو کھول کر اس کے کئی قطرے اپنی ہاتھ پر ٹپکا کر اپنے چہرے، بازو، کپڑوں پر مسل لیے۔ خودغرضی کی حد کو چھوتے ہوئے اس نے تھوڑی سی اور چوری کی اور چند اور قطرے لے کر ایسا ہی کیا، اگر لیڈی الزبتھ واپس نہ آ جاتیں تو یقیناً وہ پوری بوتل کے ساتھ ایسا کر جاتی۔

ماریہ نے جلدی سے ان سے رخصت چاہی اور ان کے گھر سے باہر آ گئی۔ اور گھر جانے کی بجائے باغ میں آ گئی۔ شام رات سے ملنے کی تیاریوں میں تھی۔ وہ افریقی جادو آزمانے آئی تھی۔ وہ پودوں اور پھولوں کے درمیان کھڑی ہو گئی۔

اندھیرے نے روشنی کے دھبے نمایاں کرنے شروع کیے اور دور سے اسے روشنی کے قمقمے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ ایک نہیں کئی ایک تھے۔ وہ ٹھیک انہی پودوں اور پھولوں کی طرف آ رہے تھے جہاں وہ کھڑی تھی۔ ان کے آنے کا انداز قدرتی نہیں تھا، وہ جانتی تھی، وہ کسی چیز کی طرف کھینچے چلے آ رہے تھے۔ افریقی جادو کی طرف۔ ماریہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اسے لگا کہ وہ خوشی سے پاگل ہی ہو جائے گی۔ سب جگنوؤں اسی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ہاں اب وہ واپس جائے گی، آئرلینڈ بھی اور گاؤں بھی۔ وہ آسکر کو ایک خط فوراً لکھ دے گی کہ وہ واپس آ رہی رہے۔ انکل ولسن کے گلے سے لگ جائے گی۔ ایک بار پھر وہ فراک اٹھائے گی اور اپنے دامن میں سب جگنوؤں سمیٹ لے گی۔ بورشے پھر سے اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ جگنوؤں اس سے اپنی ناراضی ختم کر چکے تھے۔ انہوں نے اسے معاف کر دیا ہے۔

اتنے لمبے عرصے بعد ماریہ مسکرانے لگی تھی۔ اس نے اپنے دل کو خوشی سے نچاتے دیکھا، اور کوئی دیر نہیں جائے گی کہ وہ خود بھی نچانے لگے گی۔ ادھر ادھر سے جگنوؤں آنے لگے اور پودوں، پھولوں کے جھنڈ کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے۔ ماریہ پودوں سے نکل کر سامنے کھڑی ہو گئی۔ ایک جگنوؤں جھومتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کے سر کے گرد منڈلانے لگے۔ خوشی سے ماریہ نے سر کو اٹھا کر دیکھا۔

اور جیسا کے وہ ماریہ کی خوشبو پا گیا۔ وہ مخالف سمت میں اڑا اور تیزی سے ان جگنوؤں کے درمیان چکر لگانے لگا جو اس کے دائرے میں تھے۔ لمحوں کی بات تھی، لمحوں میں ہی سمٹ گئی کہ جیسے اس نے اعلان کر دیا کہ یہاں وہی ہے جس نے ایک محبت کے لیے ہماری محبت جلا دی۔ جس نے کبھی جنگل سے خوف نہیں کھایا تھا وہ آسکر کے گھر سے خوفزدہ ہو گئی۔ آسکر کی دولت، رتبے کو یہ بورشے سے پٹانا چاہتی تھی۔...... یہ ماریہ...... جو ہماری دوست تھی، اس نے ہماری دوستی کی تجارت کی......

افریقی جادو زوراثر تھا وہ جگنوؤں کو اس تک لے آیا تھا...... آگ کا جادو اس سے بھی زیادہ زور آثر رہا وہ سارے جگنو اس سے دور لے گیا۔ انسان اپنی نسل سے وفا نبھائے نہ نبھائے، جانور یہ وفا ضرور نبھاتا ہے، وہ اپنی نسل کے دوست کو بھی یاد رکھتا ہے اور دشمن کو بھی۔

ماریہ نے گردن اٹھا کر رو دینے والے انداز سے اوپر دیکھا...... اس کا دل پھٹ جانے کے قریب ہو گیا...... بورشے کی دھن کو اپنے منہ سے، سیٹی سے بجانا چاہا لیکن کوئی ایک بھی ردعمل کسی کو واپس نہ لا سکا۔ ماریہ نے لپک کر چند جگنوؤں کو ہاتھ بڑھا کر پکڑنا چاہا لیکن وہ اس سے اتنی تیزی سے دور ہوئے کہ وہ دم بخود رہ گئی......

حقیقت واضح ہو گئی...... اب بورشے بجے گا تو بھی جگنو نہیں آئیں گے......

''تم جانتی ہو ماریہ جگنوؤں تمہارے پاس کیوں آتے ہیں......''

کیوں انکل ولسن؟

وہ بورشے یا اس کی دھن پر نہیں آتے، وہ تمہارے دل کی آواز، تمہاری محبت میں آتے ہیں۔ جو اتنی زور آور ہے کہ وہ تمہاری طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ ضروری نہیں اگر تمہارے علاوہ کوئی اور بورشے بجائے تو جگنو اس کے پاس بھی آئیں۔ اگر تم چاہتی ہو کہ جگنو ہمیشہ تمہارے پاس ایسے ہی آئیں تو تمہیں ان سے ہمیشہ ایسی ہی سچی محبت کرنی ہوگی۔

''میری محبت میں کمی کبھی نہیں آئے گی انکل......''

''میری محبت میں کمی بھی آئی اور کھوٹ بھی۔'' باغ کی وسعت میں، درختوں میں چھپے کھڑے، ماریہ نے خود کو گھاس پر گر جانے دیا۔ اس نے ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں نے اپنی ساری دھنیں فراموش کیں...... سب جگنو جلا دیئے...... بورشے ہمیشہ کے لیے کھو دیا......

* * * *

''جگنوؤں کو جلا دیئے جانے کے بعد، بورشے جیسے ہمیشہ کے لیے خاموشی میں کھو گیا ہو۔''

فرانس کی سرائے میں بیٹھا وہ پاپا کو خط لکھنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سرائے بندرگاہ کے قریب تھی جہاں وہ جہاز کے انتظار میں تھے۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ بورشے بجانے لگا تھا۔ کھانا کھاتے بہت سے لوگوں نے اپنی گردنیں گھما کر اسے دیکھا۔ لیکن وہ خاموش نہیں ہوا۔ اسے ایسی نظروں کی عادت پڑ چکی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اتنے لمبے عرصے کے بعد بھی وہ بورشے کو ٹھیک سے بجا نہیں پا رہا۔ لیکن وہ رکنے والا نہیں تھا، وہ ماہر شکاری نہیں بن سکا تھا کیونکہ وہ اپنی کمزوری کو بہادری میں نہیں بدل سکا تھا۔ وہ شاعر نہیں بن سکا تھا کیونکہ اس کے احساسات سطحی رہے تھے اور مصور بھی نہیں بن سکا کیونکہ وہ رنگوں سے پہلے کی دنیا کو نہیں دیکھ سکا تھا لیکن وہ بورشے ضرور بجا لینا چاہتا تھا کیونکہ وہ ماریہ کے بغیر نہیں رہنا چاہتا تھا...... اور ماریہ اپنے جگنوؤں کے بغیر نہیں رہے گی......

سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو کافی پیتے ایک بوڑھے نے سر گھما کر آسکر کی طرف دیکھا۔ ''ذرا ہمت سے بجاؤ، ڈر کیوں رہے ہو، کیا تم نہیں جانتے ڈر کا نہ گایا جاتا ہے اور نہ ساز بجایا جاتا ہے۔''

بورشے کے لیے ایسا فقرہ پہلی بار آسکر کی سماعت سے ٹکرایا تھا۔ ورنہ جیسا بورشے وہ بجاتا تھا وہ لوگوں کو غصے میں مبتلا کر دیتا تھا یا وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے۔

''کیا مجھ سے کچھ کہا۔'' تصدیق کے لے آسکر نے رک کر پوچھا

ہاں نوجوان تم سے...... یہاں ادھر آؤ...... اس کھڑکی کی جان چھوڑ دؤ نہ رات تمہیں چھوڑ کر بھاگ رہی ہے نا جہاز چھوڑ کر بھاگے گا۔''

خوشی سے آسکر جیسے دیوانہ ہونے لگا اور وہ اچھل کر میزوں کے درمیان جا کر کھڑا ہو گیا۔

ہاں یہاں ٹھیک ہے...... اب بجاو...... کیا ساز ہے یہ؟

بورشے...... آسکر کھل کر مسکرایا۔

بورشے...... بجاو اسے...... آج کی رات میں مسکرانا چاہتا ہوں...... میں دکھی ہو کر فرانس کو الوداع نہیں کہنا چاہتا۔''

یہ فقرہ سمندر کی اس تیز لہر جیسا تھا جس کے سہارے جہاز سفر طے کرتے ہیں۔ اپنی گھنی سنہری مونچھوں کے نیچے بورشے کو منہ سے لگا کر وہ دھن بجانے لگا جیسے وہ اتنے لمبے عرصے سے بجانے کی کوشش کر رہا تھا۔

ڈرو نہیں اور ہمت سے بجاو......'' ایک اور بوڑھے نے اپنی میز بجا کر کہا۔ اس نے اور ہمت سے دھن بجائی۔

اور زور لگاو جوان کیا تم نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی......

آسکر نے پوری طاقت لگا دی۔

بوڑھے ہنسنے لگے۔ ''جسمانی طاقت نہیں' دل کی طاقت' ذرا اور زور لگاؤ۔''

ہاں وہ سب کے سب جہاندیدہ تھے۔ دنیا گھوم چکے' ہر خطے اور ہر ساز کو سن چکے۔ وہ سمندروں کے ہمسفر تھے' وہ جانتے تھے ساز کیسے بجتا ہے...... منہ سے نہیں دل سے...... جسم سے نہیں روح سے...... سطح سے نہیں زیر سطح سے......

رات گزرنے لگی' بورشے بجتا رہا۔

اور جب صبح بندرگاہ پر جہاز نے اپنا بھونپو بجایا تو کتنے ہی ہاتھ تالیاں بجانے کے لیے اٹھے' بورشے نے سرائے میں آہستہ آہستہ مجمع لگا دیا تھا' بوڑھوں کے ساتھ جوان آ کر بیٹھ گئے تھے' پھر جہاز کا عملہ۔ بورشے کے ساتھ ساتھ میز بجے تھے' چائے' کافی پی گئی' تاش اور شطرنج کھیلتے اس کی طرف سر ہلا کر اسے داد دی گئی تھی۔

آج کی رات بورشے کے نام۔'' ایک جام بورشے کے نام کیا گیا۔

آسکر اپنا سامان اٹھا کر بھاگتا ہوں جہاز میں سوار ہوا۔ اسے اپنے کیبن میں بیٹھ کر روزا اور پاپا کو ایک خط لکھنا تھا۔ ایک خط جس کی ابتدائی سطر کچھ ایسے لکھی جانے والی تھی۔

''خدا کی مہربانی کا اشارہ لوگوں کی مسکراہٹ سے ملتا ہے' خاص کر اگر وہ بوڑھے یا بچے ہوں۔ آج ساری رات میں ان اشاروں کے لیے بورشے بجاتا رہا ہوں...... مجھے اگلے اشاروں کا انتظار ہے......''

* * *

کیا تم نے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا ہے ماریہ؟ تمہارے ساتھ کیا مسلہ ہے؟ مجھے بتاؤ تمہیں کون سے بیماری ہے؟

میں ٹھیک ہوں......

تم ٹھیک ہو؟ شکریہ اس اطلاع کا...... کیا تم جانتی ہو تمہارے لیے کیسی کیسی باتیں کی جا رہی ہیں؟ تم آدھی رات تک اس باغ میں کیا کرتی رہی ہو۔ کس سے ملنے گئی تھی۔ ماریہ یہ تمہارا گاؤں نہیں ہے جہاں تمہارا جب دل چاہے گا تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں بھی چلی جاؤ گی۔ تم میری سوچ سے بھی سے زیادہ بے وقوف نکلی ہو۔

اب میں کسی باغ میں نہیں جاؤں گی ماں......

اب تو تمہیں میرے ساتھ ہر دعوت میں جانا ہو گا۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ ایسے گھر بیٹھے تمہاری شادی ہو جائے گی۔

''شادی......'' وہ زیر لب آہ لینے لگی۔

دور بہت دور ایک جنگل رہ گیا ہے جہاں گھوڑوں پر سوار کوئی جنگل کو اس کے جادو سے آزاد کروانے آیا تھا......

ماریہ کیا تم سن رہی ہو میں کیا کہہ رہی ہوں......؟

آپ جو کہیں گی میں وہی کروں گی...... مجھے رقص میں جانے کے لیے کیا تیاری کرنی ہو گی مجھے بتا دیں......

ماں نے چونک کر ماریہ کو دیکھا اور پھر اپنے لہجے کو نرم کر لیا۔ ''تم میری سوچ سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت نکلی تھی ماریہ۔ جہاز سے تمہیں اترتے دیکھ کر بھی مجھے یقین نہیں آیا تھا کہ یہ تم ہی ہو، میری بیٹی۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تمہیں کس چیز نے اس قدر حسین بنا دیا ہے۔ میرے حلقے میں تمہارا حسن میرے لیے فخر کا باعث ہے۔ مجھ سے ہر رقص میں پوچھا جاتا ہے کہ میں تمہیں ساتھ کیوں نہیں لائی۔

وہ چیز کبھی بھی خوبصورت نہیں ہوتی جو ڈھل جائے۔ خوبصورتی ہمیشہ قائم رہنے والی چیز ہے، وہ کوئی انسان ہو ہی نہیں سکتا۔

تو کیا ہو سکتا ہے......''

محبت...... ہمیشہ قائم رہتی ہے، کبھی نہیں ڈھلتی، کبھی نہیں بدلتی......

اتنی چھوٹی سی عمر میں تمہیں اتنی خطرناک باتیں نہیں کرنی چاہیے۔ تم آئینہ دیکھا کرو، بال بنایا کرو، اور اپنے کپڑوں کے رنگوں اور جدت کے بارے میں سوچا کرو بس۔ اپنے لباس کی تیاری کے لیے تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔''

''اب میں کسی لباس میں خوبصورت نہیں لگ سکتی، اور کسی دھن پر رقص نہیں کر سکتی۔'' آہ پھر سے زیر لب ہی رہی۔

ماں کے سامنے اس نے سر ہلا دیا اور اس وقت بھی سر ہلاتی رہی جس وقت مسز جین دعوت میں اس کا تعارف کروا رہی تھیں۔ اس سے پہلی بار ملنے والے، دیکھنے والے، چونک رہے تھے، اس کا ہاتھ پکڑنے کے لیے سر کو جھکا رہے تھے اور وہ ہال کی دیواروں کو دیکھ رہی تھی جہاں کتنی ہی آرائشی موم بتیاں اور مشعلیں دیواروں کے ساتھ ساتھ روشن تھیں۔ اس کی نظر ایک بار ان سب پر گئی تو پلٹ نہیں سکی۔ جس وقت وہ تیزی سے ہال چھوڑ کر جا رہی تھی، اس وقت مسز جین اپنی شرمندگی چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔

* * * *

جہاز کے عرشے پر بیٹھے‘ پانی پر پڑتے چاند کے عکس کو دیکھتے آسکر مسکرا دیا۔ رات کے دو پہر بیت چکے تھے۔ دور ایک سایہ نیچے سے اوپر عرشے تک آیا۔ آسکر جنگلے کے ساتھ لگا ہوا نیچے بیٹھا تھا۔ سایہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور کچھ دور رک کر اسے دیکھنے لگا۔

وہ ایک لڑکی تھی جس نے اپنے لباس پر کوٹ پہن رکھا تھا اور شانوں کے گرد شال لپیٹ رکھی تھی۔ کچھ دیر وہ کھڑی رہی‘ پھر وہ ٹہلنے لگی اور پھر عین آسکر کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ ’’تم نے مجھے نیند سے جگا دیا...... یہ دھن میرے خواب میں بجتی رہی......‘‘

آسکر بورشے بجاتا رہا البتہ جواب میں وہ مسکرا دیا۔

’’دور بہت دور کوئی میرا انتظار کر رہا ہے۔ تمہاری دھن خوشی کا پیام ہے۔ میں سمجھ گئی یہ اشارہ ہے کہ انتظار اب ختم ہونے جا رہا ہے۔‘‘

ہاں یہ اشارہ ہی ہے۔‘‘ آسکر نے دل میں سوچا اور جب وہ اپنے کیبن میں واپس آیا تو اس نے روزا کے خط میں ایک اور سطر کا اضافہ کیا۔

’’محبت سے مامور ایک دل کو بورشے نے نیند سے جا گا دیا‘ یہ اشارہ ہے اس انتظار کا جواب ختم ہونے جا رہا ہے۔‘‘

* * * *

جس وقت وہ اٹلی اترا اس وقت نہ جانے کیوں اسے لگا کہ اسے یہاں ایک لمبا عرصہ قیام کرنا ہوگا۔ وہ انجانے طریقے سے مسکرا رہا تھا۔ دلی طور پر وہ مطمئن تھا۔ اس کے ہاتھ میں ماریہ کے والدین کے گھر کا پتا موجود تھا جو اسے فرانس سے ملا تھا۔ وہ لوگ پر یقین نہیں تھے کہ ماریہ کے والدین وہاں ہی ہوں گے انہیں تھوڑی بہت خبر ملی تھی اور آسکر اس خبر کی تصدیق کے لیے خود وہاں آ گیا تھا۔

دن بھر وہ مطلوبہ جگہ ڈھونڈنے میں لگا رہا اور پھر رات کو وہ ایک گھر کے باہر کھڑا تھا۔ اس نے ماریہ کے بارے میں استفار کیا تو......

’’مس ماریہ مادام کے ساتھ تھیٹر گئی ہیں۔‘‘

تو آسکر کے لیے اپنے پیروں پر مضبوطی سے کھڑے رہنا مشکل ہو گیا۔

’’م...... میں ابھی فورا وہاں جانا چاہتا ہوں...... اسی وقت......

اس نے اتنی شدت سے کہا کہ گھر کے سبھی ملازم ڈر کر اسے دیکھنے لگے۔ ان کے تاثرات بھانپ کر آسکر نے ماریہ کے گاؤں کا نام لیا اور انکل ولسن کا حوالہ دیا۔

جس وقت اس کی نظر ماریہ تک گئی اس وقت ایک لڑکا اس کے کان کے قریب جھکا اسے کچھ بتانے کی کوشش کر رہا تھا‘ وہ ہاتھ کے اشارے سے کسی طرف اشارہ بھی کر رہا تھا۔ ماریہ نے ہاتھ کے اشارے کی طرف دیکھنا چاہا تو اس نے وہاں دیکھ لیا جہاں آسکر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

’’گاؤں کی گھاس یاد سے بھیگ گئی...... جنگل کا شور سکوت میں ڈھل گیا۔‘‘

لمحوں میں ہی ماریہ نے نظریں بدل لیں' اور تیزی سے تھیٹر کی بالکنی کے پردوں کے پیچھے غائب ہوگئی۔ آسکر اس بار کوئی بدمزگی نہیں چاہتا تھا وہ خاموشی سے ماریہ کے پیچھے گیا۔ مسز جین نے ماریہ کو بدتہذیبی سے لوگوں کو تقریباً پرے دھکیلتے ہوئے باہر جاتے ہوئے دیکھا تو وہ غصے سے لال ہوگئیں۔ وہ بمشکل خود کو ماریہ کے قریب جا کر اسے تھپڑ مارنے سے باز رہ سکیں۔ ہر بار ماریہ انہیں شرمندہ کرتی تھی۔

ماریہ......آسکر نے حتی المکان کوشش کی کہ آواز زیادہ اونچی نہ ہو۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے جوش کی پھنک ماریہ کے لیے کسی بھی پریشانی کا باعث بنے۔

ماریہ نے رکنا مناسب ہی نہیں سمجھا۔ آسکر کو اس کے رویے پر حیرت تھی۔ اتنا وقت گزر چکا تھا کیا ماریہ اب تک ناراض تھی۔ وہ اس کی طرف تیزی سے لپکا اور اتنی سرعت سے اس کے سامنے جا کر کھڑا ہوگیا کہ ماریہ رک جانے پر مجبور ہوگئی۔

''ماریہ......کیسی ہو......تم ایسے کیوں آ گئی......ایک خط بھی نہیں لکھا۔''

ماریہ آسکر کی طرف دیکھنے سے باز رہی۔ ''میں تمہیں خط کیوں لکھتی؟

نئی سرزمین ماریہ کے لہجے میں باسی پن لے آئی ہے۔ آسکر نے سوچا۔ اس کے لیے ماریہ کا انداز تکلیف دہ تھا۔ اسے دکھ ہوا یہ جان کر کہ ماریہ اسے اس حد تک فراموش کر چکی ہے۔ کیا وہ یہ بھی نہیں دیکھ پا رہی کہ اس کی آنکھیں اس کی یاد میں پگھل کر اندر دھنس چکی ہیں اور ان کی چمک ماند پڑ چکی ہے۔ کیا اسے اس کے جوتوں کی دھول نظر نہیں آ رہی اور یہ بھی کہ وہ سفر کرتے کرتے تھک چکے ہیں۔ کیا وہ آسکر کے چہرے پر کوئی ایک بھی لکیر نہیں دیکھ پا رہی تھی جو اس کی تلاش میں سرگرداں ویران ہو چکی تھی۔ کیا ماریہ کو کچھ نظر نہیں آ رہا۔

میں نے ایک بار یہ غلطی کی تھی' تمہیں جانے دیا تھا' میں دوبارہ یہ غلطی نہیں کروں گا۔''

آسکر نے کچھ ایسے درد سے کہا کہ ماریہ نے ناگواری سے آسکر کو دیکھا۔ اسے حیرت تھی آسکر پر۔ کیا وہ دیکھ نہیں رہا تھا کہ وہ جدید فیشن کے بہترین لباس کو زیب تن کیے تھیٹر ایکٹ دیکھنے آئی ہے۔ اس کا حسن شہری زندگی کی ساری آرائش نچوڑ چکا ہے۔ حسن جو ڈھل جاتا ہے۔ حسن جس کی چکاچوند پر شام کسی عہد کی طرح ضرور آتی ہے۔ کیا وہ دیکھ نہیں رہا تھا کہ اب وہ گاؤں کی سیدھی سادی لڑکی نہیں رہی۔ پھر کس حیثیت سے آسکر اس سے بات کر رہا ہے۔

ماریہ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر آسکر نے غور سے اسے دیکھا پھر اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اسے باہر نکالا۔

ماریہ......میں تمہارا بورشے اور تمہارا آسکر تمہارے پاس واپس لے آیا ہوں۔'' بورشے کے ساتھ اس نے اپنا ہاتھ بھی ماریہ کے آگے کر دیا۔

تھیٹر کے باہر' لوگوں کے اندر باہر جاتے ہجوم' ان کی بگھیوں کی گڑگڑاہٹ کے درمیان' آسکر نے اپنی محبت کا اقرار نامہ پیش کر دیا۔

کون سا بورشے......؟ اسی اقرار پر ماریہ نے ایسے سوال اٹھایا

آسکر نے بے یقینی سے ماریہ کو دیکھا۔ کون سا بورشے کے ساتھ اس نے کون آسکر بھی پوچھ لیا تھا۔ ''تم تو بورشے کے بغیر ایک پل نہیں رہتی تھی تم نے اتنا وقت کیسے گزار لیا ماریہ۔''

میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں۔ تمہیں یہاں سے جانا ہوگا۔

تم ابھی تک ناراض ہو...... مجھ سے...... آسکر سے...... بورشے سے...... تمہیں کیا ہوگیا ہے ماریہ......

ماریہ پلٹ کر اندر جانے لگی تو آسکر نے اس کے بازو کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ''تمہیں جواب دینا ہوگا۔ کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ میں کتنی لمبی مسافت طے کر کے تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجھ سے پوچھو تو سہی میں کن کن راستوں پر صرف تمہیں دیکھنے کے لیے خاک اڑاتا رہا ہوں۔''

ماریہ نے نفرت سے آسکر سے خود کو آزاد کروایا۔ ''کیوں آئے ہو؟ کیا میں نے کہا تھا آنے کے لیے؟ تم میرے لیے بورشے لائے ہو...... ٹھیک ہے...... لیکن کیا میری دھنیں بھی لائے ہو......؟

ہاں! میں نے ایک دھن بجانی سیکھ لی ہے...... لوگ اس دھن کو پسند کرتے ہیں ماریہ......

ٹھیک ہے بجاؤ وہ دھن...... بجاؤ اور لاؤ میرے جگنو......

آسکر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

میں نے کہا بجاؤ بورشے...... نکالو اس میں سے وہ دھن جو میرے گرد روشنی کی لہریں بناتی تھی۔ یہ میرا بورشے نہیں ہے...... میرا بورشے اسی دن جل گیا تھا جس دن میں نے ان کی نمائش کی تھی۔ تمہاری محبت کا میں نے ان کی محبت سے سودا کیا تھا۔ میرے پاس وہ نہیں رہے تو تم بھی نہیں رہو گے۔

تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی ماریہ...... یہ لو بورشے اور بجاؤ اسے...... وہ کیوں نہیں آئیں گے......

ماریہ تلخی سے ہنس دی۔ ''محبت اپنا احساس چھپا سکتی ہے' نفرت نہیں۔''

آسکر نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

تم بورشے لائے ہو میرے لیے آسکر...... جب بورشے کے ساتھ محبت بھی لا سکو تو پھر آنا'' ماریہ نے تلخی سے کہا

''ماریہ...... بورشے کے ساتھ محبت ہی تو آئی ہے......'' آسکر کی آواز لرز گئی

جب فن اور محبت کو فائدے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو وہ اپنا اثر کھو دیتے ہیں۔ تم نے مجھے جادوگرنی کہا تھا' انہوں نے بھی جادوگرنی کہا تھا جو بورشے سے اجنبی تھے۔ اب میں واقعی جادوگرنی بن چکی ہوں۔ میں جگنوؤں کو ہاتھ میں پکڑنا چاہتی ہوں تو بھی وہ مجھ سے دور چلے جاتے ہیں۔ وہ میری بو پاتے ہی مجھ سے ایسے بھاگ جاتے ہیں جیسے میں انہیں ایک بار پھر سے جلا دوں گی۔ تم نے انہیں حشرات کہا تھا' میں نے بھی انہیں حشرات ہی سمجھا۔ وہ میری دھن پر نہیں آتے تھے۔ وہ میرے دل کی پاکیزگی' میری محبت پر آتے تھے۔ میری یہ پاکیزگی جاتی رہی' محبت ختم ہوئی۔ اگر لوٹا سکو تو لوٹا دو...... لا سکو تو لا دو......''

کہہ کر وہ چلی گئی...... آسکر نے پھر دوبارہ اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ جادو تو واقعی ہو گیا تھا' جنگل پر' جنگل کے قمقموں پر' آئرلینڈ کے آسکر پر...... گاؤں کی ماریہ پر...... لیکن اب اس کا توڑ کیا تھا؟

''یہ تم طے کرو گے...... یا بورشے......'' پاپا کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے اور رات کو ان کے لیے ایک اور خط لکھتے اس نے یہ سطر لکھی۔

''میرے احساسات میری روح میں پگھل کر میری زبان پر آ کر پھڑ پھڑانے لگے جب ماریہ نے میری محبت پر ایک پل کی بھی توجہ نہیں دی۔......

''میں نے ہر چیز کا رنگ اڑتے دیکھا جب میرے جوتوں کی دھول کو دیکھے بنا اس نے پلٹ کر مجھ سے رخ بدل لیا۔ دنیا بے رنگ ہو گئی جب اس نے کہا کہ وہ میرے پاس نہیں رہے تو تم بھی نہیں رہو گے۔ بورشے میرے ہاتھ میں ہی رہ گیا۔ نہ اس نے میرا ہاتھ تھاما نہ بورشے۔ میری محبت اس جدائی پر سوار ہو کر چابک لہرانے لگی جب اس نے کہا ''جب بورشے کے ساتھ محبت بھی لا سکو تو پھر آنا۔''

کرائے کے کمرے کی بالکنی میں بیٹھ کر اس رات آسکر نے بورشے بجایا...... بجاتا رہا...... بجاتا رہا......

اس رات اور تو کچھ نہیں ہوا لیکن راہ گیر ٹھہر ٹھہر کر چلتے رہے اور صبح تک یہ بات کتنی ہی سماعتوں تک پھیل گئی کہ وہاں ایک اجنبی کوئی ساز بجا رہا ہے...... اور دل ہے کہ رک رک جاتا ہے۔

* * *

بورشے سے نکلی دھن، بالکنی پر پھیلی، شہر کی راہوں میں بکھر گئی۔

وہ پھر ماریہ کے پاس نہیں گیا۔ وہ ماریہ کے شہر میں ہی رہا۔ اسی جگہ جہاں ماریہ کا گھر تھا لیکن وہ ماریہ کے پاس جانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اگر قدرت نے یہی طے کیا تھا تو وہ ساری زندگی بورشے بجانے کے لیے تیار تھا لیکن روشنی سے پہلے اندھیرہ کرنے ماریہ کے پاس جانے کے لیے ہرگز نہیں۔ اس کے بورشے کے لیے باغ تھے، راستے تھے، بالکنیاں تھیں۔ اس کے پاس بہت جگہ تھی جہاں وہ بے رنگ دنیا کے لیے لفظوں سے رنگ تیار کرتا۔

کیا تم اس اجنبی کو جانتی ہو جو شہر کے کونوں میں ساز بجاتا پھرتا ہے۔'' ایک دن مسز جین نے ایسے ہی ذکر چھیڑ دیا۔

ماریہ نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا پھر بھی مسز جین بولتی رہیں۔

''میں اور مسز کولن باغ میں ٹہل رہی تھیں کہ وہاں اس کی دھن سنائی دی۔''

اتنا کہہ چکنے کے بعد کافی دیر خاموشی رہی۔

''اس دھن کو سنتے ہی میرا دل ڈوب سا گیا، اور میں نے رونا چاہا۔''

ماریہ نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

''البرٹ مجھ سے محبت کرتا تھا اور اس کا قصور ہی کیا تھا...... میں نے اسے چھوڑنے میں اتنی جلدی کیوں کی۔''

ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اس کی ماں نے اس کے باپ کو چھوڑ دینے پر کسی پچھتاوے کا اظہار کیا تھا۔

وہ اکثر باغ میں آتا ہے ماریہ...... تمہیں بھی اس کی دھن سننی چاہیے۔ وہ اجنبی ہے، کسی بھی دن شہر چھوڑ سکتا ہے۔ ویسے مسز کولن

کوشش کر رہی ہیں کہ اپنے ہاں کی دعوت میں اسے بھی مدعو کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ ایسے اجنبی ساز سے ان کے مہمانوں کو بھی ضرور محظوظ ہونا چاہیے۔"

اجنبی سے، اس کے اجنبی ساز سے مہمان محظوظ ہو رہے تھے۔ آسکر بورشے ایسے بجا رہا تھا جیسے وہ یہ بھول چکا ہے کہ دنیا میں اس سے پہلے بھی انسان بنائے گئے ہیں اور بعد میں بھی۔ یاد رہا تو اتنا کہ ایک وہ ہے اور ایک اس کا بورشے۔ ماریہ ماں کی اوٹ میں کھڑی تھی۔ وہ نہ آسکر کی طرف دیکھ رہی تھی نا بورشے کی طرف۔ وہ ایک جلتی ہوئی موم بتی کو دیکھنے پر مجبور تھی۔

"روشنی کے کتنے زریعے ہیں دنیا میں۔ پھر بھی کتنا اندھیرہ ہے۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہی تھی۔

روشنی کے اتنے ذریعے ہیں کہ کسی ایک پر نظر رکھنا مشکل ہے۔" آنکھیں بند کیے بورشے بجاتے آسکر نے سوچا۔ وہ جب بھی اپنی شاعری کو دھن میں لاتا، روشنی کے قافلوں کو اپنی طرف آتے دیکھتا تھا۔ وہ اس چیز کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بورشے ناکام ہو سکتا ہے۔ بھلا بتایئے محبت بھی کبھی ناکام ہو سکتی ہے...... ایسی محبت جو روح کی گہرائی سے شاعری بن کر دھن میں ڈھلے اور بورشے سے نکل کر روشنیاں کے قافلے اکھٹے کر لے۔ اگر ایسی محبت ناکام ہو سکتی ہے تو پھر دنیا میں کہیں کوئی محبت ہے ہی نہیں...... کہیں کوئی دھن نہیں...... کہیں کوئی بورشے نہیں...... اور کہیں کوئی آسکر ماریہ نہیں......

* * *

اس رات ماریہ نے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو ایک ایسی لڑکی کی کہانی سنائی جو روشنی کے سنگ رقص کرتی تھی۔

"پھر ایک رات ساری روشنیاں بجھ گئیں۔ روشنی کو لانے والے قافلے جل گئے اور ننھی لڑکی پھر کبھی رقص نہیں کر سکی۔" اس نے کہانی یہاں ختم کی۔ اس کے بہن بھائی دلگرفتہ نظر آنے لگے تھے۔ انہیں ماریہ پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے رات کے وقت انہیں ایسی دل کو دکھا دینے والی کہانی سنا دی تھی۔ اور پھر ان کے اصرار پر بھی کہانی کا انجام بدلنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

"جگنو لڑکی سے ناراض ہو گئے، اور وہ اس سے دور جانے لگے۔" آسکر نے مالک مکان کے بچوں کو کہانی سناتے ہوئے کہا

کیا اب وہ کبھی واپس نہیں آئیں گے۔" مالک مکان کی بیٹی نے تقریبا رونے دینے والے انداز سے پوچھا

"جس طاق پر محبت اپنا چراغ روشن کر چکی ہو، اس طاق پر نفرت کا چراغ زیادہ دیر تک روشن نہیں رہ سکتا۔ وہ واپس آئیں گے۔ کیونکہ اگر وہ واپس نہیں آئے تو محبت اپنا عقیدہ بدل دے گی...... بورشے گونگا ہو جائے گا اور جگنو بہرے۔"

* * *

آسکر باقاعدگی سے پاپا، روزا اور جوزفین کو خطوط لکھتا تھا۔ مسٹر بروک ہیگ اس کی مستقل مزاجی پر حیران تھے۔ اس کا اظہار وہ خطوط میں بھی کرتے رہتے تھے جس پر آسکر ہنس دیتا۔ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ اس قدر مستقل مزاج ہو سکتا ہے۔ بورشے نے اسے دریافت کر دیا۔ جس ساز کے بجتے ہی لوگ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے اب وہ انگلیاں اٹھا اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ دیکھو یہ ہے وہ دیوانہ جو بورشے ایسے بجاتا ہے جیسے دھنیں اس پر فدا ہوں اور یہ ان دھنوں پر۔ ساز اس کا حسن ہے اور دھن اس کا

جمال۔

رات کالا جادو تھی، اپنے وجود میں سوئیاں پیوست کیے اس کی طرف بڑھی چلی آتی تھی۔ رات اسے جنگل، روشنی، اور رقص کی یاد دلاتی تھی۔ ہر رات اس پر عذاب تھی۔ ہر رات اس کا امتحان تھی۔ جزیرے کی قبر افسردہ و غمگین ہو جاتی اور جہاں بھر کے ساز ماتم کناں۔

''جب تک یہ ساز تمہارے ساتھ ہے میں تمہارے ساتھ ہوں ماریہ۔ مجھے یقین ہے تم اسے بجالو گی۔ تم اس کا حق ادا کر دو گی۔''

ایک جہاز راں کو کیا ضرورت تھی سازوں سے اتنی محبت کرنی تھی۔ کیا ہر شخص ابدیت چاہتا ہے؟ وہ کسی نہ کسی بہانے سے خود کو زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ ایسا تھا بھی کیا یہ بھی ضروری تھا کہ ماریہ اس ساز کو اپنے دل کے اتنے قریب کر لیتی کہ اس کے بغیر ایسے تڑپنے لگتی۔

اپنے گاؤں کی طرح وہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے نکلی، اور رات کے پہلے پہر وہ اس گھر کی طرف جانے لگی جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کے ایک کمرے کی بالکنی سے ہر رات بورشے کی آواز ایسے نکلتی ہے جیسے رات دن کے پہلو سے نکلتی ہے۔

وہ دیکھ سکتا تھا، اندھیرہ کتنا بھی روشنی پر قابض تھا پھر بھی وہ دیکھ سکتا تھا کہ کچھ دور درخت کی اوٹ میں کون کھڑا ہو کر بورشے سن رہا ہے۔ کوئی اپنے جسم کے کسی ایک حصے کے بغیر کیسے رہ سکتا ہے؟ اگر رہ سکتا ہے تو پھر وہ تکلیف و اذیت میں ہی رہ سکتا ہے۔

درخت کی اوٹ سے وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی اور پھر بورشے کی دھن نے ماریہ کی آہوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔ وہ بورشے کے لیے رو رہی تھی وہ جانتا تھا، لیکن اسے یہ گمان بھی ہوا کہ کچھ آنسو اس کے لیے بھی بہائے جا رہے ہوں گے۔

''ماریہ کے ہاتھ میں ایک ساز رہا تھا، اس ساز کا ایک کمال تھا، وہ کمال ختم ہو گیا تو نہ وہ ساز رہا نہ ساتھ۔''

آسکر دیکھ رہا تھا کہ وہ ابھی بھی رو رہی ہے۔ خوش باش رہنے والی لڑکی اب رو رہی ہے۔ کتنی مگن تھی وہ اپنے گاؤں میں، گاؤں کے جنگل میں، جنگل کے دوستوں اور ان کی محفل میں۔ وہ اپنی فراک کے کونے اٹھا اٹھا کر ان پر روشنیوں سے پھلکاریاں کیا کرتی تھی اور اب......روتے روتے وہ اب جا رہی تھی......

جسے جنگل سے ڈر نہیں لگتا تھا وہ آسکر کو کھونے کے ڈر سے ڈر گئی۔ اندھیرے میں ماریہ کو دور جاتے وہ دیکھ رہا تھا۔ اس رات بورشے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکا اور مکان مالک کو اگلے دن یہ اعتراف کرنا پڑا۔

''تمہاری نئی دھن میری سماعتوں کے اندھیروں میں روشنی کے ننھے جگنوؤں کی طرح دمکتی رہی۔ مجھے بیک وقت رونا بھی آیا اور میں مطمئن بھی ہو گیا۔''

* * * *

شہر میں گھومتے بہت سے لوگوں سے اس کی جان پہچان ہو چکی تھی۔ سب اسے بورشے کے نام سے جانتے اور پکارتے تھے۔ آسکر نام سے اسے کم ہی لوگ مخاطب کرتے تھے۔ جب اسے بورشے کہہ کر پکارا جاتا تو وہ مسکرا دیتا۔ وہ خوش ہوتا تھا۔ سرِ شام کبھی کبھی وہ بازار میں کھڑا ہو کر بھی بورشے بجا دیتا تھا۔

''تو تم ہو بورشے......'' لمبی سفید ڈاڑھی والا ایک بوڑھا اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

آسکر مسکرا دیا......سر ہلایا کہ ہاں......

’’میں سمجھا تھا بورشے صرف ایک انسان ہے لیکن یہ تو ساز اور انسان دونوں ہے۔ تمہاری دھن اچھی ہے، لیکن یہ التجائیہ کیوں ہے۔ تم کس سے التجاء کر رہے ہو؟ تم کسی کو پکار رہے ہو نا؟‘‘

بورشے آسکر کے ہاتھ میں کانپ کر رہ گیا۔ آج تک کسی نے اسے یہ سب نہیں کہا تھا۔ ’’یہ ماریہ کا ساز ہے۔ وہ اسے بجا کر جگنو اکھٹے کیا کرتی تھی۔ میں اسی دھن کو بجانے کی کوشش کر رہا ہوں۔‘‘

جب ماریہ بورشے بجاتی ہوگی تو وہ التجائیہ نہیں بجاتی ہوگی۔...... ہے نا؟ تمہیں التجاء نہیں کرنی چاہیے......التجاء کرنا چھوڑ دو، اہتمام کرو......

کیسے......؟

’’وہ میں نہیں جانتا......شاید تم خود معلوم کر سکو......‘‘ کہہ کر وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔

اس رات بورشے نہیں بجا۔ آسکر بورشے کو ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا اور سوچتا رہا......سوچتا رہا...... بورشے اس سے اگلی رات بجا......

* * * *

یہ اس رات کا قصہ ہے جس رات کے بعد آسکر پیسا شہر سے غائب ہو گیا۔

دن میں اسے پاپا کا خط ملا تھا۔ ’’لوٹ آؤ آسکر......تمہاری یاد مجھے جلانے لگی ہے۔ میں تمہاری محبت کا بورشے بجا رہا ہوں، کیا میری کوئی دھن تم تک نہیں پہنچی۔‘‘

ان لفظوں نے آسکر پر محبت کے احساس کو حدت بنا کر اس طرح طاری کیا کہ وہ گھائل ہو گیا۔ اس کا دل اس احساس سے جلنے لگا کہ کیسے محبت خارج از بہار ہوتی جا رہی ہے اور خزاں ہے کہ اس کی جڑوں میں بیٹھتی جا رہی ہے۔ اس کا باپ اس کے لیے بورشے بجا رہا ہے اور وہ ماریہ کے لیے۔ کیا محبت کو پا لینا اتنا ہی مشکل ہے؟ کیا محبت وہ جگنو ہے جو ایک بار ناراض ہو جائیں تو لوٹ کر نہیں آتے؟ کیا کائنات کی ہر چیز کو محبت کے تابع نہیں کیا گیا؟ کیا ہر روح کی بنیاد محبت نہیں؟ اگر ہاں تو پھر بورشے بجتا کیوں نہیں؟ روشنی کے قافلے آ کر کیوں نہیں دیتے؟

آسکر کے اندر لو جلنے لگی۔ جیسے وہ کراہنے لگا اور بورشے کو اپنے سینے سے لگا کر اپنا سینہ مسلنے لگا۔ اس کا سینہ جل رہا تھا...... یہ آگ...... یہ آگ گاؤں کے جنگل سے شروع ہوئی تھی......محبت وہاں جنگاری بنی تھی اور پھر یہ جدائی کے الاؤ میں بدل گئی تھی......کیا یہ آگ بورشے محسوس نہیں کرتا تھا۔ ماریہ اس کے قریب سے گزر جاتی تھی لیکن اسے دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے جنگل میں روشنیوں کے سنگ رقص کرتی لڑکی سے محبت کر لی تھی۔ اس لڑکی کے لیے وہ سمندروں میں بہہ کر آیا تھا، زمین پر رینگتا رہا تھا۔ پھر بھی تپش تھی کہ سرد نہیں ہوتی تھی۔ شدت تھی کہ کم نہیں ہوتی تھی......اور بورشے تھا کہ خاموش تھا......گونگا تھا...... یہ تو بے رحمی کی انتہاء ہے......

’’التجا کرنا چھوڑ دو......اہتمام کرو......‘‘

بازار میں اس نے ایک بچے کو شیشے کی بوتل میں جگنو کو لے جاتے دیکھا۔ کم سے کم بچے میں اتنی قابلیت تو تھی کہ وہ جگنوؤں کو جھاڑیوں سے نکال کر اپنے ساتھ رکھ سکے اور اپنی خوشی کا اہتمام کر سکے۔ محبت اہتمام ہی مانگتی ہے۔ التجاء تو مانگنے والوں کا شیوہ ہے۔ التجاء تو انہیں درکار ہے جنہیں کسی چیز کی ضرورت ہو۔ محبت میں ضرورت کہاں رہ جاتی ہے۔

''جب بورشے کے ساتھ محبت بھی لاسکو تو پھر آنا......''

آگ اپنے اہتمام کی پہلی سیڑھی پر کھڑی ہوگئی جب آسکر نے بورشے کو اپنے منہ سے لگایا اور یہی وہ لمحہ تھا جب شاعر پر نزولیت کا ایک بار آوار لمحہ آیا ہے اور الفاظ تہہ و بالا ہوتے زیرِ سطح ہلچل مچاتے، چٹانوں سے ٹکراتے، الاؤ میں جلتے دہن تک آئے۔

''میرا بورشے اسی دن جل گیا تھا جس دن میں نے ان کی نمائش کی تھی۔ تمہاری محبت کا میں نے ان کی محبت سے سودا کیا تھا۔ میرے پاس وہ نہیں رہے تو تم بھی نہیں رہو گے۔''

تپش کی لپٹیں بلندی کو چھو لینے کے لیے بے قرار تھیں کہ مصور کو ایک شاہکار دے دیا گیا، بے رنگ دنیا میں اس نے رنگ بھرنے کا اہتمام کیا......ابتداء اس نے اپنے رنگ سے کی...... پہلا اسٹروک اس نے اپنی ذات سے نکال کر لگایا......

''وہ میری دھن پر نہیں آتے تھے۔ وہ میرے دل کی پاکیزگی، میری محبت پر آتے تھے۔ میری یہ پاکیزگی جاتی رہی، محبت ختم ہوئی۔ اگر لوٹا سکو تو لوٹا دو......لاسکو تو لا دو......''

شاعر نے اپنے حلق کو کرب سے تڑپایا اور آسکر نے بورشے میں پہلی پھونک ماری اور بورشے بجنے لگا۔ آسکر کو بورشے سننے کی فرصت نہیں تھی وہ اپنے دل کی جی حضوری میں مگن تھا۔۔

''اس موت کے پیامبر کو اب تم رکھو......زندگی کے خاتمے کو تم بجاؤ...... بے رحمی تمہاری ہی میراث لگتی ہے۔''

اگر بورشے موت کا پیامبر ہی تھا تو وہ اسے وصول کرنے جا رہا تھا......اگر خراج موت ہی تھی تو وہ قربانی دینے جا رہا تھا۔

اس کی دھن نے حد کر دی اور ہر طرف آگ بھڑکا دی۔ اسے یہی آگ چاہیے تھی۔ وہ جلتا رہا، تپش اس کے کانوں کی لوؤں کو چھونے لگی، اس کے دل تک پہنچنے لگی۔ وہ گرم انگارہ بن گیا۔ الاؤ چار اطراف بھڑکنے لگا اور ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔ جیسے اس رات اس نے ڈھیروں جگنوؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

''اگر توازن ہی درکار تھا تو لو میزان برابر ہوا......جگنوؤں کی روشنیاں آگ ہوئیں تو یوں آسکر بھی آگ ہوا......''

''بورشے البتہ بجتا رہا......آخری وقت تک......اس وقت تک جس وقت......''

* * *

اس وقت تک جس وقت وہ اپنے اندر کی ساری آگ بورشے میں انڈیل رہا تھا اسی وقت مالک مکان اور چند دوسرے لوگ خود کو موٹے کمبلوں میں لپیٹے، اس کے کمرے کا دروازہ توڑ کر اس پر کمبل ڈال کر گھسیٹ کر باہر لے گئے۔ پھر وہ ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

مالک مکان کا گھر اور ساتھ کے تین اور گھر آگ سے جل رہے تھے۔ کسی ایک گھر کے ملازموں کی غفلت سے آگ یکدم بھڑکی اور

دیکھتے ہی دیکھتے تین گھروں تک پھیل گئی۔ تینوں گھروں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ گھر جل رہے تھے۔ وہ بالکنی بھی جس میں بیٹھا وہ بورشے بجا رہا تھا۔ اس کے کمرے کی ساری دیواریں جل چکی تھیں اوراوراس کے ہاتھ میں موجود بورشے آگ کی حدت سے انگارہ ہو رہا تھا۔

جلتے ہوئے گھروں کے باہر کھڑے لوگ حیرت زدہ تھے کہ وہ اپنے نام کی پکار پر متوجہ کیوں نہیں ہوا جب وہ اسے وہاں سے نکل بھاگنے کے لیے اپنے حلق پھاڑ رہے تھے۔ آگ کی ایسی لپٹوں کے باوجود وہ ساز کیسے بجاتا رہا۔ کیا وہ دیوانہ ہو گیا ہے؟ کیا اسے نظر نہیں آرہا تھا کہ اس کے لباس نے آگ پکڑ لی تھی۔ کیا اسے اپنے جلتے ہوئے گالوں' کانوں کی لووں کی تکلیف کا احساس نہیں تھا جو وہ اس بلا کو بجاتا رہا......

اسے زمین پر پٹخا گیا اور سوکھی مٹی میں لوٹ پوٹ کیا گیا۔ جس وقت اسے ہوش آیا وہ میدان میں درخت کے نیچے پڑا تھا اور لوگ ابھی تک آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو درخت کی شاخوں کو اپنے اوپر جھکے ہوئے پایا جن پر چند جگنو بیٹھے پھڑ پھڑا رہے تھے۔ ایک جگنو اس کے سر کے گرد گھوم رہا تھا۔ اسے یہ طے کرنے میں وقت لگا کہ وہ پہلے سے وہاں موجود تھے یا وہ بورشے سن کر آئے تھے......

اجنبی پیسا سے غائب ہو گیا۔ وہ اجنبی جسے سب بورشے کہہ کر پکارنے لگے تھے۔ ماریہ کو اگلے دن صبح آگ کے بارے میں معلوم ہوا اور وہ ناشتے کی میز کو تقریباً الٹتی ہوئی باہر بھاگی۔ سڑکوں، گلیوں کو بھاگتے ہوئے اس نے ایسے پار کیا کہ اپنی فراک سے کتنی ہی بار الجھ کر گری۔ اس نے اس چیز کی بھی پرواہ نہیں کی کہ اس نے کتنے ہی انسانوں کو پرے دھکیلا اور جھیل پر بنے پل پر دوڑتیں بگھیوں کی زد میں آنے سے خود کو بمشکل بچایا۔

سارا گھر ہی جل کر کھنڈر ہو چکا تھا۔ وہ آسکر کے کمرے میں گئی تو اسے وہاں کوئی ایک بھی چیز ایسی نظر نہیں آئی جو جل کر راکھ نہ ہو چکی ہو۔ اسے اس کی کچھ جلی ہوئی چیزیں اور جلے ہوئے کپڑوں کے ٹکڑے دکھائی دیئے اور وہ ان کے پاس بیٹھ کر انہیں اپنی آنکھوں سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''آسکر......اوہ میرا بورشے......اپنے جگنوؤں کی طرح میں نے تمہیں بھی جلا دیا نا......''

کتنی ہی دیر وہ وہاں فرش پر بیٹھی ہچکیاں لیتی رہی۔ اس کی آنکھوں نے کمرے کی ساری سیاہی نگل لی اور آنسوؤں نے کرب کے پیالوں کو الٹ دیا۔ گردن گھما کر اس نے کمرے کی جلی ہوئی دیواروں کو دیکھا اور اس چیز نے اس پر صدمے کی انتہاء کر دی کہ وہ ان جلتی ہوئی دیواروں کے درمیان بیٹھا بورشے بجاتا رہا تھا۔ اس کی آدھ جلی کرسی جس پر وہ بیٹھا تھا اس کی پشت ساری کی ساری جل چکی تھی تو کیا آسکر کی پشت بھی۔ اس خیال سے ماریہ پھر سے اتنی بے دم ہو گئی کہ کوئلے کا ڈھیر ہو گئی۔

''تو کیا قیمت کی ادائیگی آسکر نے خود کو جلا کر کی۔'' بورشے اس کے دل میں بجنے لگا اور اس کی محبت کے جگنو ایک ایک کر کے جل کر راکھ ہونے لگے۔ اب اس راکھ کے ڈھیر کی مالکہ تھی وہ۔ اس کا دل بلکنے لگا۔

''ماریہ...... بورشے کے ساتھ محبت ہی تو آئی ہے......''

اوہ آسکر...... میرے آسکر...... بورشے کے ساتھ محبت ہی آئی تھی......کاش بورشے کے ساتھ میرے دل کی بینائی بھی آ جاتی۔ کاش میں جان جاتی کہ جنگوؤں کے جانے سے میری بہار جائے گی لیکن تمہارے جانے سے میری زندگی ہی ختم ہو جائے گی۔''

مسز جین ماریہ کے ایسے گھر سے بھاگ آنے پر تشویش سے اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی آئی تھیں۔ اب وہ کمرے کی دہلیز میں کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں، اپنی بیٹی ماریہ کو جو جلے ہوئے فرش سے سیاہی سمیٹ سمیٹ کر اپنے اندر اتار رہی تھی۔ ساری کہانی ان پر واضح ہو گئی۔

''ماریہ......'' مسز جین نے لرزتی ہوئی آواز میں قریب آ کر پکارا اور پھر وہ بھی ماریہ کے ساتھ فرش پر ڈھیر ہو گئیں۔ اپنی قیمتی پوشاک کی فکر کیے بغیر، اپنی بیٹی کو غم میں ایسے تہہ و بالا ہوتے دیکھ کر۔ ماریہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور شدت غم سے اس کی آنکھیں بینائی سے محروم لگنے لگیں۔

تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا ماریہ......

جو لوگ اپنے پیچھے آنے والوں کو انتظار کرواتے ہیں ماں وہ میری طرح پھر جدائی کی سیاہی چاٹتے ہیں۔ دیکھو ماں میں کیسے جل رہی ہوں۔ میں نے اپنے آسکر کو جلنے دیا۔ یہ سارا گھر جلتا رہا۔ یہ کمرہ، یہ دیواریں اور وہ بورشے بجاتا رہا۔ ماں ایسے تو میں نے بھی بورشے

نہیں بجایا تھا۔ مجھے تو گاؤں، جنگل اور جگنو ملے تھے۔ اسے کرب، ماریہ اور آگ کیوں ملی۔ محبت کی بازی میں جل کر وہ جیت گیا۔ بورشے بھی اس کا ہوا اور اس کی ساری دھنیں بھی۔ وہ ہیرو رہا بورشے کا۔ محبت کی ساری پاکیزگی اس کی ہوئی۔ محبت کی ساری ادئیگیاں اس کے نام ہوئیں۔ اور میں پھر سے خالی ہاتھ۔'' اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس پر سر رکھ کر رونے لگی۔

وہ ٹھیک ہے ماریہ...... بس وہ یہاں سے چلا گیا ہے......

جگنو بھی جل کر چلے گئے تھے۔ پھر واپس نہیں آئے...... اوہ آسکر...... میرا جگنو...... وہ بھی واپس نہیں آئے گا۔

وہ آئے گا...... جب تم دل سے اسے پکارو گی......

نہیں ماں...... اب کوئی بورشے نہیں بجے گا...... کوئی دھن نہیں نکلے گی...... اب کہیں سے کوئی روشنی اڑ کر نہیں آئے گی۔ وہ مجھے جنگلوں میں ڈھونڈتا رہا۔ کتنی ہی سرزمینوں کو اس نے میرے لیے کھنگالا۔ پھر بھی میں نے پلٹ کر اسے نہیں دیکھا۔ میں جانتی تھی وہ کبھی جگنو نہیں لا سکے گا۔ میں جانتی تھی پھر بھی میں نے اس سے کہا کہ وہ میرے جگنو لا دے۔ شرط...... انا...... غصہ......۔ میرا دل اس تک کیسے پلٹتا۔ اس نے میرے لیے ہر دھن بجائی اور میں نے سننے کی زحمت ہی نہیں کی۔ ماں پیسا کے گلی کوچے، باغ و دیوار تو اس کے بغیر رہ لیں گے، میں کیسے رہوں گی...... میرے دل کا شہر سونا کر دیا...... اب میرے دل کے گلی کوچوں کے لیے بورشے کون بجائے گا؟

اس وقت مسز جبین نے جان لیا کہ کس چیز کے سہارے وہ ان کے بغیر بھی گاؤں میں زندہ تھی...... بورشے...... کون سی چیز اب اس زندہ ماریہ کی جان نکالے جا رہی ہے...... آسکر......

جس وقت مسز جبین ماریہ کو سہارا دیئے گھر لائیں اس وقت گھر کے ملازم یہ دیکھ کر ڈر گئے کہ مسز جبین کسی اجنبی دیوانی کو اپنے ساتھ لا رہی ہیں۔ جس کے کپڑے داغ دار ہیں اور جس کے حسن پر 'کرب' سیاہ قسمت بنا کندہ ہے۔ کیا یہی وہی لڑکی ہے جس کے حسن کے چرچے شہر بھر میں ہوتے رہے تھے، جس کی خاموشی عبادت میں مگن لگتی تھی تو اب وہ عبادت خانے سے نکالی ہوئی کیوں لگتی ہے۔ اگر وہ واقعی میں حسین رہی ہے تو اب وہ اتنی بدصورتی کہاں سے لے آئی ہے؟

ماریہ کی بدصورتی کے چرچے گھر سے نکل کر شہر بھر میں ہونے لگے۔ ہونے تو اور بھی بہت کچھ لگا تھا پیسا میں......

* * * *

سنا ہے آگ اس کے ساز نے لگائی تھی؟ کچھ ایسی باتیں ہونے لگی تھیں

ایسی بچکانہ بات میں نے آج سے پہلے نہیں سنی۔ ساز آگ کیسے لگا سکتا ہے؟

کیا ہم جانتے نہیں کہ وہ کس محویت سے ساز بجاتا تھا۔

ہاں! اس کی محویت حیران کن تھی۔ اتنی کہ وہ یہ تک محسوس نہیں کر سکا کہ گھر میں آگ لگ گئی ہے اور باہر کیسی بھگدڑ مچی ہے۔ اس کے کمرے کی دیواریں جلنے لگیں اور وہ بورشے بجاتا رہا۔ کیا وہ دیوانہ تھا؟

یقیناً وہ دیوانہ ہی تھا۔

اگر وہ جل جاتا......

وہ جل ہی گیا تھا اگر اتنی بھگدڑ میں اس کے ساز کی آواز نہ سن لی گئی ہوتی۔ ہجوم قسم کھانے کی حد تک حیران تھا۔

کیا وہ چاہتا تھا کہ وہ جل کر مر جائے...... مجھے لگتا ہے اسے معلوم تھا کہ آگ لگی ہے اور بس وہ یہی چاہتا تھا۔

تو اب اس نے شہر کیوں چھوڑ دیا۔

اس نے شہر کیوں چھوڑ دیا'' ماریہ نے خود پر ملامت کی حد کر دی اور وہ یہ سوال خود سے اتنی بار کر چکی کہ نیم پاگل ہو گئی۔ اس نے چاہا کہ وہ انکل ولسن کو خط لکھے۔ روزا اور مسٹر بروک ہیگ کو بھی۔ لیکن پھر اس نے خود کو روک لیا۔ جب دستک پر اس نے خود ہی دروازہ نہیں کھولا تو اب اس کے پاس نہ واویلا کرنے کا حق ہے نا بڑھ کر دستک دینے کا۔ یہی قسمت تھی جو اس نے خود اپنے لیے لکھی۔ یہ سب اس نے خود ہی اپنے لیا طے کیا تھا۔

یہ سب طے تھا پھر بھی وہ رات دن پھوٹ پھوٹ کر روتی رہتی۔ مسز جین نے اسے رونے دیا اور پھر کبھی اس سے نہیں کہا کہ وہ خود کو بدلنے کی کوشش کرے۔ اپنے حسن کو برباد نہ کرے۔

گھر کے ملازموں سے نکل کر بات کئی کانوں تک پہنچ گئی کہ اجنبی آئر لینڈ سے ماریہ کے لیے آیا تھا۔ ساری کہانی کھل کر سامنے آ گئی۔ اجنبی جسے بھلایا جانے لگا تھا اسے پھر سے یاد کیا جانے لگا۔ اور پھر اس کے بارے میں قیاس آرائیاں کی جانے لگیں۔ اس کی خبر رکھنے کی کوشش کی گئی۔ اس کا پتا معلوم کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ زور وشور سے اس کی باتیں کی جانے لگیں۔

''میرا نہیں خیال اس نے شہر چھوڑ دیا ہے۔ میرے ملازم کا کہنا ہے چائے خانے میں اس نے چند دیہاتیوں کو باتیں کرتے سنا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کے گاؤں میں ایک دیوانہ آیا ہے جو اپنے ساز سے فضاء کو روشن کر دیتا ہے۔ میرا خیال یہ وہی اجنبی ہے۔''

روشن...... وہ کیسے؟ تم جانتے ہی ہو ان دیہاتیوں کو بے پر کی اڑانے کی کتنی عادت ہوتی ہے۔ یہ لوگ تو بھونرے کو بھی پرندہ سمجھتے ہیں...... ہاہاہا......''

''میں نے تو یہ سنا ہے کہ وہ جنگلوں اور ویرانوں میں بھٹک رہا ہے...... میرا کوچوان بتا رہا تھا......'' کسی تیسرے نے کہا

''وہ کہیں نہیں بھٹک رہا ہو گا وہ اپنے شہر واپس جا چکا ہو گا۔ اجنبی ایسے ہی اچانک آتے اور چلے جاتے ہیں۔''

اگر اسے واپس ہی جانا تھا تو وہ بے چاری ماریہ کے پیچھے آیا ہی کیوں......

اسے سزا دینے...... انتظار کی ایک مدت ہوتی ہے...... اس مدت کے بعد اسے سزا بنا دیا جاتا ہے......

ان دنوں کے لیے اتنی سزا کی ٹھیک نہیں......

یہی ان کا انجام ہے...... دیکھنا اب وہ کبھی نہیں لوٹے گا......

''وہ کبھی نہیں لوٹے گا ماریہ۔'' مسز جین نے ایک دن دل پر پتھر رکھ کر کہہ دیا۔ میں تمہیں ایسے نہیں دیکھ سکتی۔ کاش مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ تم کیوں میرے پاس اچانک آ گئی تھی۔ کاش میں تم سے تمہارے دل کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرتی۔''

ماریہ نے اپنے گیلے گال صاف کیے اور بس اتنا ہی کہا۔ ''وہ چلا گیا اس نے ٹھیک کیا۔''

''اس کے انتظار میں ایسے نہ رویا کرو ماریہ۔''

''انتظار ان کا کیا جاتا ہے جنہیں لوٹ آنے کا کہا جائے' جنہیں زندگی سے نکال پھینکا جائے ان کا غم کیا جاتا ہے۔''

* * * *

''اگر انجام کہانیوں کا مقدر ہوتے ہیں تو اس کہانی کا مقدر کوئی' انجام نہیں۔''

اس دن کو طلوع ہونے کی اتنی جلدی تھی کہ رات خائف ہو گئی تھی۔ ماں ایک ہفتے بعد ہونے والی دعوت کی تیاریوں میں بری طرح سے مصروف تھیں۔ گھر بھر کی آرائش کی جا رہی تھی۔ ملازموں کو مختلف کاموں میں ہلکان کیا جا رہا تھا۔ وہ اپنے تینوں چھوٹے بہن بھائیوں کو لے کر گھر سے باہر آ گئی تھی۔ خاص طور پر چھوٹے تین اتنے شرارتی تھے کہ ماں کا غصہ بڑھا رہے تھے۔ ماں نے اس سے درخواست کی کہ وہ ان کا کچھ ایسا انتظام کر دے کہ وہ سکون سے انتظامات کو دیکھ سکیں۔

جب سے آسکر گیا تھا وہ گھر سے باہر نہیں نکلی تھی۔ ماں کی ملتجانہ درخواست کو وہ رد نہیں کر سکی اور تینوں کی انگلی تھام کر انہیں چہل قدمی کے لیے باغ میں لینے جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

باغ گھر سے کچھ ہی دور تھا لیکن اس کے شرارتی بہن بھائیوں کو تو موقعہ چاہیے تھا وہ اسے پتا نہیں کہاں کہاں گھسیٹتے رہے۔ جب وہ رکی تو اس نے خود کو بازار میں پایا۔ جوکر کے سامنے جو ہوا میں نہ جانے کتنی گیندیں اچھال رہا تھا اور اس کے سامنے کھڑے اس کے بہن بھائی محظوظ ہوتے ہوئے تالیاں بجا رہے تھے۔

وہ بھی بڑی سی سرخ ناک والے جوکر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اسے دیکھنے لگی...... دیکھتی رہی...... دیکھتی رہی...... جو کہ وہ آسکر کے جانے کے بعد کیا کرتی تھی۔ جہاں بیٹھتی' کھڑی ہوتی بت بن جاتی۔ زندگی کی حرکت اس کے اندر سے کھسک جاتی۔ دل کی دھڑکن ماند پڑ جاتی۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت معدوم ہو جاتی۔ یاد رہ جاتا تو بس اتنا کہ کوئی اپنی گہری آنکھوں سے چھپ کر اسے دیکھتا رہا ہے۔ کوئی اس کے دل کی لے کو پانے کے لیے شاعر بنا دھنیں ڈھالتا رہا ہے۔ وہ کوئی جو' اب کہیں نہیں ہے۔ جو نظروں میں تو ہے لیکن نظروں کے سامنے نہیں۔ وہی جو کہیں دور...... دور...... بہت دور بھی نہیں......

ایک ایک کر کے گیندے اچھل رہی تھیں۔ اور وہ جوکر کی بڑی سی سرخ ٹوپی کو دیکھ رہی تھی۔

سرخ انگارہ ہے جدائی کا ساز...... سرخیلا زہر ہے جدائی کا مشروب......

ان انگاروں پر اس کا قیام ہے اب...... یہ زہر اس کا جام ہے اب......

گیندیں' سرخ ہیں سبز اور نیلی ہیں۔ گاؤں کی گھاس کے جگنو گیلے نم ہیں' اور باڑے کی بھیڑیں اجنبی کے قدموں کی چاپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے سر اٹھائے انتظار میں ہیں۔ جنگل کے درختوں کے تنوں سے نکلتے ننھے منے بونے چنے منے دروازے کھول کر باہر نکل آنے کے لیے بے تاب ہیں اور وہ ہے کہ سر کو ساکت کیے جوکر کو دیکھے جا رہی ہے...... دیکھے جا رہی ہے...... جبکہ......

''دور بہت دور کوئی ساز بج رہا تھا......وہ ایک لمبے سفر سے ہو کر آیا لگتا تھا......''

ملتے ملتے سرخ ٹوپی ٹھہر گئی۔ جوکر نے اپنی گیندیں فضاء سے اکٹھی کیں اور اپنے ہاتھ روک لیے۔ پھر بھی ماریہ اسے ہی دیکھتی رہی۔

''ساز کی دھن انوکھی تھی......نئی تھی......حیران کن تھی......''

اس کے بہن بھائیوں نے اپنی اچھل کود بند کر دی تھی۔ جوکر سیدھا کھڑا ہو کر ایک خاص سمت دیکھنے لگا تو بھی ماریہ اسے ہی ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی......دیکھتی رہی......جبکہ......

''ساز جمال و کمال کی راہ پر گامزن تھا......اس کا بجانے والا دل کا پاکیزہ لگتا تھا ......اس کا دل محبت سے مامور لگتا تھا......وہ جو پیسا والوں کے لیے اب اجنبی نہیں رہا تھا......آسکر......وہ دور بہت دور سے بورشے بجاتا بازار کی طرف آرہا تھا......اس کے سر پر......دائیں بائیں کچھ منڈلا رہا تھا......بادلوں کے مرغولوں کی طرح......لیکن روشن......اور اُڑاتا ہوا......''

کیا وہی جنہیں وہ ویرانوں، جنگلوں، دیہاتوں سے اکٹھا کرتا رہا......

جوکر اپنے لکڑی کے اونچے اسٹول سے اتر کر نیچے کھڑا ہو گیا تو بھی ماریہ ویسے ہی کھڑی اسی جگہ کو دیکھتی رہی۔

''وہ ان کے پیچھے تصدیق کے لیے گیا تھا نا کہ وہ اس کی دھن پر آئیں گے......ان سے عہد لینے گیا تھا کہ وہ ہر بار آئیں گے......اور پھر ماریہ تک بھی جائیں گے......جنگلوں اور بیابانوں میں وہ یہی ثبوت اکٹھے کرتا رہا تھا نا......؟ محبت کے مینار پر روشنی کرنے وہی چڑھا تھا نا۔''

ایک رات جو روشنی کے ننھے قمقموں پر بسرام تھی، یہ بس اس کی آخری ساعت تھی......

اور پھر جہاں جوکر کھڑا تھا اس خالی جگہ پر کچھ جگنو اُڑ کر آئے اور لہرانے لگے۔ ماریہ یکدم چونکی اور اس نے دیکھا کہ جگہ خالی ہے جسے جگنوؤں بھر رہے ہیں۔ وہ ڈر کر سہم گئی۔ اس نے وہاں سے بھاگ جانا چاہا۔ وہ ایک بار پھر اس تلخی کا مزا چکھنا نہیں چاہتی تھی جس کا وہ بہت پہلے چکھ چکی تھی۔ اس نے اپنی جگہ سے حرکت کرنی چاہیے لیکن اس سے پہلے ہی چند جگنو اس کے گال، سر اور پیشانی پر آ کر بیٹھ گئے۔ پھر ان کی تعداد بڑھنے لگی۔

پیسا شہر کے پل سے شفاف پانی بہتا آرہا ہے......اس پانی کا رنگ روشیلا ہے......اس پانی کا رنگ بورشیلا ہے......

ماریہ دم بخود رہ گئی......وہ اپنی جگہ سے ایکدم منتشر ہوئی اور پھر......پھر......اس نے گردن موڑ کر دیکھا......

کوئی محبت بجاتا آرہا تھا......کوئی خواب کو تعبیر کرتا آرہا تھا......

کوئی بورشے تھا......کوئی اجنبی تھا......وہ آسکر تھا......

وہ جنون کے اس عالم پر وہ فدا ہو گئی......اپنے دل کے شہر کی ایسی آبادکاری پر وہ نہال ہو گئی......

آسکر بورشے بجاتا اس کی روشنیوں کو لیے آرہا تھا......اس کے سر پر ان کا ہجوم محو اڑان تھا۔ وہ وہاں کھڑی تھی پھر بھی اسے لگا وہ خواب درخواب میں ہے۔ آسکر اس کے سامنے تھا پھر بھی اسے لگا وہ گمان در گمان میں ہے......اور کچھ کیسے......بھلا کیسے......

کتنے ہی لوگوں نے سر اٹھا کر دیکھا اور راہ گیر رک گئے۔ وہ آسکر کو پہچان گئے تھے۔ جلتی ہوئی گھڑ گاڑیاں روک لی گئیں۔ خریداری میں مصروف لوگوں نے اپنی مصروفیت ترک کر دی۔ پیسا شہر نے اپنی فضاؤں کو جگمگ ہوتے دیکھا اور دیر تک دیکھا۔

دور بہت دور ایک جنگل ہے...... ہاں اب وہ روشن ہے......روشن تر ہے......

جگنوؤں کا سیلاب تھا جو ماریہ کی طرف آ رہا تھا۔ آسکر تو صرف بورشے بجا رہا تھا۔ یہ تو ماریہ کے جگنو تھے جو آسکر کو ماریہ تک لے جا رہے تھے۔ وہ آسکر کے آگے آگے تھے۔ وہ اب پیچھے سے نہیں آئیں گے۔ وہ بھاگ کر نہیں جائیں گے۔

''دھن نے اپنی لے بدلی......اور سب جگنو......سب ہی جگنو یکدم اڑ کر ماریہ کے گرد دائرے میں سمٹ گئے۔''

''دور بہت دور ایک رقص کیا گیا......ہاں اب وہ پھر سے کیا جائے گا......''

''آنسوؤں کی زیادتی نے ماریہ کو بے حال کر دیا اور وہ بار بار اپنی آنکھیں پونچھنے لگی۔

''محبت کے جگنوؤں کے پر کبھی نہیں جلتے۔ اگر جل جائیں تو محبت بنا پروں کے پرواز کرنا سیکھ جاتی ہے۔''

ماریہ کے گرد دائرہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور پھر آسکر بورشے کو ہاتھ میں لے کر ماریہ کے قریب آ گیا۔ بورشے والے ہاتھ کو آسکر نے ماریہ کے آگے کیا اور کہا دیکھو ماریہ میں لے آیا......

''تمہارے جگنو......تمہارا بورشے......اور تمہارا آسکر......''

ماریہ کھلکھلا کر ہنس دی اور ہاتھ بڑھا کر اس نے پہلے آسکر کا ہاتھ تھاما......پھر بورشے اور پھر جگنو......

''جگنو کبھی اندھے نہیں ہوتے کیونکہ بورشے کبھی گونگے نہیں ہوتے......''

ماریہ نے بورشے کو اپنے منہ سے لگا لیا۔ جگنوؤں کے دائرے میں، آسکر کے ساتھ کھڑے، اپنی فراک کا کونا بلند کر کے دھن کو بجانا شروع کیا......

''محبت کبھی لوٹ کر نہیں آتی......کیونکہ وہ کبھی چھوڑ کر نہیں جاتی......''

ماریہ کے منہ سے لگا بورشے بج رہا ہے۔ اس نے اپنی دھن بجائی اور پھر یکدم اس کی لے بدلی اور سبھی جگنوؤں اڑ کر بلند ہوئے اور پھر یکدم ان دونوں پر ڈھیر ہو گئے۔

میں نے کہا تھا نا کہ اس کہانی کا کوئی انجام نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو اس کا آغاز ہے......

جگنوؤں کی آمد کا......''رقص''

ماریہ اور آسکر کی ابتداء کا......''محبت''

دھنوں کے بجنے کا......''بورشے......بورشے......بورشے......''

the end